ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

جون 2026ء جلد نمبر 27 شمارہ نمبر 6

تم سب کے سب اطاعت (کے دائرہ) میں داخل ہو جاؤ

آئندہ نسل کے لیے پُر امن دنیا

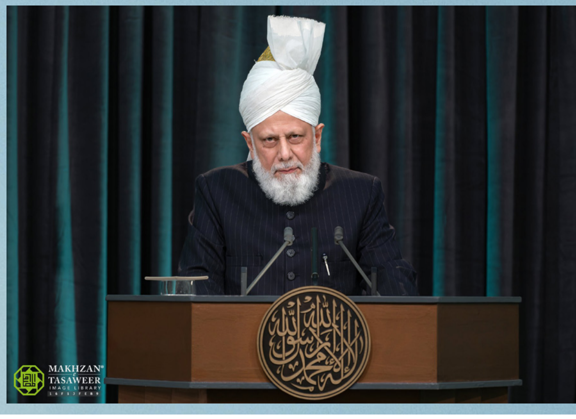

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 16 مئی 2026ء کو جماعت احمدیہ برطانیہ کے زیرِاہتمام انیسویں نیشنل پیس سمپوزیم سے خطاب کرتے ہوئے عالمی حالات کے متعلق بعض محققین اور مبصرین کے تجزیے پیش کیے اور اس خطرہ سے آگاہ کیا کہ اگر ہم جنگ، فساد، بدامنی، نفرت اور ناانصافیوں کا تدارک نہ کریں گے تو آہستہ آہستہ تہذیب و تمدن کو اپنی آنکھوں کے سامنے تباہ و برباد ہوتا دیکھیں گے۔ اس تباہی کے اثرات اتنے تباہ کن ہوں گے کہ آئندہ کئی نسلیں اس سے متاثر ہوں گی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے امن کے متعلق اسلامی تعلیم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام کی بنیادی تعلیم تو یہ ہے کہ انسان دوسرے کے لیے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ یہ ایسا سنہرا اصول ہے کہ اگر دنیا اس اصول پر کاربند ہوجائے تو دنیا سچ مچ امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

اسلام کہتا ہے کہ ظالم اور مظلوم دونوں کی مدد کی جائے۔ اسلام بدلے کی آگ کو بجھانے کی تعلیم دیتا ہے۔ بدلے کو اگر روا رکھا گیا ہے تو وہ صرف اسی حد تک جتنا کہ ظلم کیا گیا ہو۔ دنیا میں رائج انصاف کے ادارے تو اب ناکام ہو چکے ہیں۔ لیگ آف نیشنز جس طرح ناکام ہوئی تھی اُسی طرح اقوامِ متحدہ بھی ایک ناکام ادارہ بن چکا ہے۔ پانچ ممالک کے لیے ویٹو کا حق رکھا جانا انصاف کا خون ہے۔

بطور مسلمان ہم جانتے ہیں کہ بہت سے لوگ اور تنظیمیں اسلام کا نام لے کر ظلم کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ پھر میڈیا ان کی کارروائیوں کو ہوا دے کر پیش کرتا ہے اور اس طرح اسلام کے خلاف غلط باتوں کو پھیلایا جاتا ہے۔ اسلام ہو یا کوئی اَور مذہب اُس کو بہانہ بنا کر یہ اظہار کرنا کہ ظلم اور بربریت کی وجہ وہ مذہب ہے یہ ظلم ہے۔

اسلام نے تو یہ تعلیم دی ہے کہ اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو مبادا تم انصاف سے دُور ہٹ جاؤ۔ قرآن کریم نے واضح تعلیم دی ہے کہ استقامت اختیار کرو اور انصاف قائم کرو اور دوسروں کی دشمنی بھی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ناانصافی سے کام لو۔ انصاف سے کام لینا تقویٰ کے قریب ہے۔

اسلام نے صرف حلیفوں کے حقوق قائم نہیں کیے بلکہ حریفوں کے بھی حقوق قائم فرمائے ہیں۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو نصیحت کی ہے کہ اگر تمہیں حکمت اور دانائی کی بات کسی اور قوم سے ملے تو اسے لے لو کیونکہ وہ تمہاری ہی گمشدہ میراث ہے۔

دنیا کی اکثریت آج بھی امن کی خواہاں ہے لیکن اس کے لیے ہر فرد کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ پوپ صاحب نے جیسے کہا ہے کہ تیسری عالمی جنگ مختلف حصوں میں تقریباً شروع ہو چکی ہے۔ مَیں ڈرتا ہوں کہ اس عالمی جنگ میں جو تباہی ہوگی وہ گذشتہ عالمی جنگوں کے مقابلے میں انتہائی تباہ کُن ہوگی۔

آج ہم سب کا فرض ہے کہ اپنے بعد آنے والی نسلوں کے لیے ایک پُرامن دنیا چھوڑیں اور اس کے لیے اپنی اپنی کوشش کریں۔ ورنہ بعد میں آنے والی نسلیں ہمیں قصوروار قرار دیں گی اور کہیں گی کہ تم نے کیسی تباہ شدہ دنیا ہمارے لیے چھوڑی ہے۔

پس یہ پِیس سمپوزیم اسی مقصد کے لیے ایک کوشش ہے۔ خدا کرے کہ یہ امید کی پہلی کرن بن جائے اور دنیا اس دَور میں امن کی ضرورت کو سمجھے۔ اللہ کرے کہ جنگ کے بادل چھٹ جائیں اور امن کی صبح روشن ہو۔ (بشکریہ روزنامہ الفضل انٹرنیشنل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

امنِ عالم اور جماعت احمدیہ

ایران کے خلاف امریکہ و اسرائیل کی جنگ کے باعث اِس وقت دنیا تباہی کے کنارے پر کھڑی ہے۔کسی بھی لمحہ کسی بڑی طاقت کے مغلوب الغضب ہو جانے کے نتیجہ میں خوفناک تباہی و بربادی ہوسکتی ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آج سے 44 سال قبل جرمنی کے ہی شہر آخن میں خطبہ جمعہ کے دوران اس صورت حال کا نقشہ یوں کھینچا تھا:

’’خدا تعالیٰ کی قدرتیں بے انتہا ہیں۔انسان جتنی کوشش کرلے گا اتنا آگے بڑھتا چلا جائے گا لیکن اخلاقی ضوابط جو باگ ڈور کے طور پر کام دیتے ہیں جب وہ نہ رہیں تو مادی ترقی خود اپنی تباہی کے لئے استعمال ہو جاتی ہے۔پس روحانی اور اخلاقی لحاظ سے دیکھیں تب بھی یہ نظر آتا ہے کہ وہ منزل آنے والی ہے جہاں پہنچ کر ایسی قوموں کو مزید آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دی جاتی اور مادی ترقی کے لحاظ سے بھی دیکھیں تب بھی وہ مہلک ہتھیار اور ہلاکتوں کے خوفناک ذرائع جو مادی ترقی کے نتیجہ میں پیدا ہوئے ہیں وہ اس بات کی خبر دے رہے ہیں کہ وہاں بھی آخری مقام آنے والا ہے۔اور دراصل مہلک ہتھیاروں کی ایجاد ہی اس بات کا پیش خیمہ بن جاتی ہے کہ ضرور ہلاکت سر پر کھڑی ہے‘‘۔

پھر فرمایا: ’’اس پسِ منظر میں جہاں تک احمدیت کا تعلق ہے ابھی تک ہم اپنے فرائض کی ادائیگی میں پوری طرح آغازِ سفر بھی نہیں کر سکے۔ساری دنیا کو جھنجھوڑنا، اس کو جگانا اور خدائے حی وقیوم کی طرف متوجہ کرنا یہ ہمارا کام تھا... یہ وہ اہم پہلو ہے جس کی طرف مَیں توجہ دلا رہا ہوں... کہ ہر شخص بے چین ہو جائے کہ میرا معاشرہ تباہ ہو رہا ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے ان کی تقدیر بدلنے کے لئے نمائندہ مقرر فرمایا ہے۔بظاہر یہ ویسی ہی بات ہے جیسے ٹٹیری کے متعلق کہتے ہیں وہ ٹانگیں اونچی کر کے سوتی ہے۔کسی نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا وجہ ہے۔اس نے کہا مجھے خطرہ یہ ہے کہ آسمان نہ گر پڑے اور دنیا تباہ نہ ہو جائے اس لئے میں ٹانگوں پر روک لوں گی۔ہماری مثال بظاہر ٹٹیری کی سی ہو گی لیکن ہر وہ چھوٹا سا دل جس میں یہ فکر پیدا ہو کہ آسمان نہ ٹوٹ پڑے اور مَیں اس سے بچانے کی کوشش کروں اس کو یہ بھی تو معلوم ہونا چاہئے کہ اس کا خدا اس کے پیچھے ہو گا۔بظاہر ٹٹیری ہے لیکن اس کے پیچھے ساری کائنات کے خالق کی قوّت موجود ہوگی۔... صرف یہی ایک قانون ہے جس سے قوموں کی تقدیریں بدلا کرتی ہیں اور کوئی قانون نہیں ہے۔ہر شخص کو اپنی ذمہ داری ادا کرنی ہوگی‘‘۔

(خطبہ جمعہ 3 ستمبر 1982ء بمقام آخن، خطبات طاہر جلد اوّل صفحہ 133)

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی منصبِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد روزِ اوّل سے مسلسل اَمن کا سفیر بنے ہوئے ہیں۔آپ نے دنیا کے بڑے بڑے ایوانوں میں بنفسِ نفیس پہنچ کر دنیا کو اس خطرناک صورتِ حال سے متنبہ فرمایا ہے، دنیا بھر کے بڑے بڑے سیاسی اور مذہبی رہنماؤں کو خطوط لکھ کر ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔جماعت احمدیہ برطانیہ کی طرف سے سالانہ بنیادوں پر ہونے والے ہر ’’پیس سمپوزیم‘‘ میں شرکت فرما کر امنِ عالم کے قیام کے لیے روشنی بکھیری ہے۔اپنی جماعت کے لوگوں کو ہمیشہ اس عظیم اور نیک مقصد کے لیے کی جانے والی کوششوں کا حصّہ بننے کی تلقین فرمائی ہے، حال ہی میں ہونے والے پیس سمپوزیم کے شرکاء سے بھی خطاب میں فرمایا:

’’آج ہم سب کا فرض ہے کہ اپنے بعد آنے والی نسلوں کے لیے ایک پُرامن دنیا چھوڑیں اور اس کے لیے اپنی اپنی کوشش کریں۔ورنہ بعد میں آنے والی نسلیں ہمیں قصوروار قرار دیں گی اور کہیں گی کہ تم نے کیسی تباہ شدہ دنیا ہمارے لیے چھوڑی ہے‘‘۔ (الفضل انٹرنیشنل 23 مئی 2026ء)

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ماہنامہ اخبار احمدیہ جرمنی

ذوالحجہ 1447/محرم 1448 ہجری قمری — جون 2026ء — جلد نمبر 27 — شمارہ نمبر 6 — احسان 1405 ہجری شمسی

فہرست مضامین

04	قال اللہ جل جلالہ، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال المسیح الموعود علیہ السلام
05	تبرّکات: حقیقی امن کا راستہ
06	منظوم کلام: عشق ہے جس سے ہوں طے یہ جنگل پُرخطر
07	خطاب جلسہ سالانہ: اسلام کی اَمن پسند تعلیم
13	صدق سے میری طرف، آؤ اِسی میں خیر ہے
16	تعارف کتب: عالمی بحران اور اَمن کی راہ
17	استرضاء
19	حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب رضی اللہ عنہ
22	آ رہا ہے اِس طرف اَحرارِ یورپ کا مزاج
23	صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مالی قربانیوں کی داستان
27	خلافت سے کامل وفا اور اس کی مکمل اطاعت
31	واقعۂ کربلا
34	آگے بڑھتے رہو دم بدم دوستو
35	سب سخن کے جام بھرتے ہیں اِسی سرکار سے
37	تقریبِ تقسیمِ اَسناد جامعات احمدیہ جرمنی، کینیڈا، برطانیہ
43	جلسہ ہائے یومِ خلافت
45	44 ویں مجلسِ شوریٰ جرمنی 2026ء
47	اعلانات وفات: بلانے والا ہے سب سے پیارا

مجلس ادارت

سرپرست

محترم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب
امیر جماعت احمدیہ جرمنی

مدیر اعلیٰ

محمد الیاس منیر

مدیران

اویس احمد نوید، مدبّر احمد خان

معاونین

سلطان احمد قمر، سیّد سعادت احمد

پروف ریڈنگ

عبدالرحمٰن مبشر، سیّد افتخار احمد

ڈیزائننگ و کمپوزنگ

آفاق احمد زاہد، طارق محمود

سرِ ورق

احسان اللہ ظفر

کیلیگرافی

سعید اللہ خان

مینیجر

سیّد افتخار احمد

اعزازی اراکین

محمد انیس دیالگڑھی، منور علی شاہد، صادق محمد طاہر

پتہ

شعبہ اشاعت جماعت احمدیہ جرمنی
Genfer Str.11,
60437 Frankfurt am Main, Germany
Email: akhbareahmadiyya@ahmadiyya.de
Tel & Fax: +49-69 50688722

PRINTER: RANA PRINT
HERKULESSTRASSE 45 50823 KÖLN

اخبار احمدیہ جرمنی کے تازہ و گزشتہ شمارے اخبار احمدیہ جرمنی کی ویب سائٹ
www.akhbareahmadiyya.de
پر بھی پڑھے جا سکتے ہیں

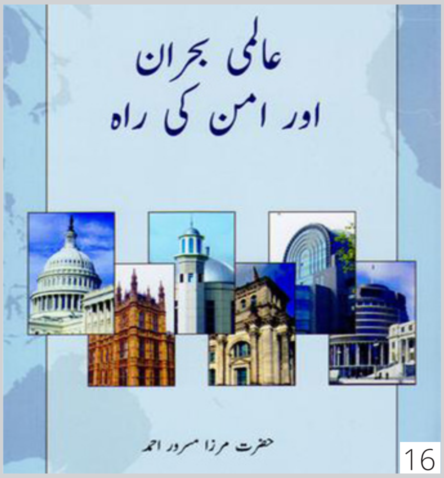

16

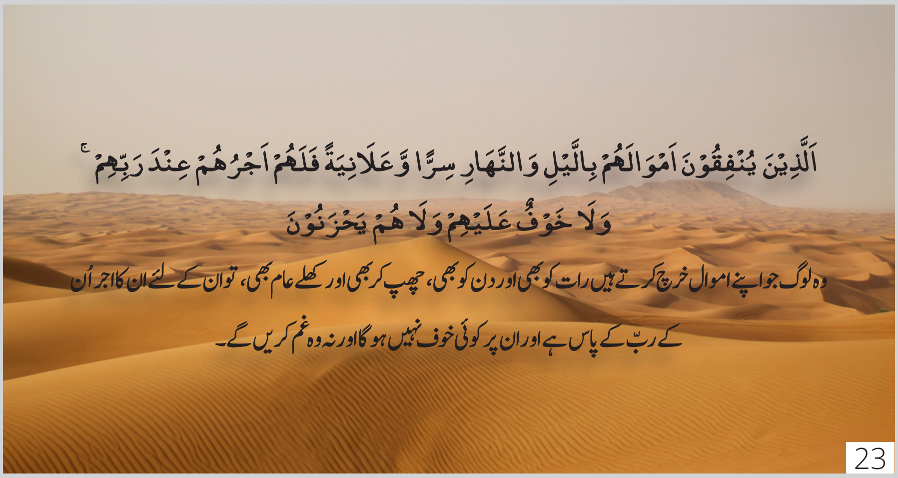

23

44

27

31

17

37

45

قال اللہ جل جلالہٗ

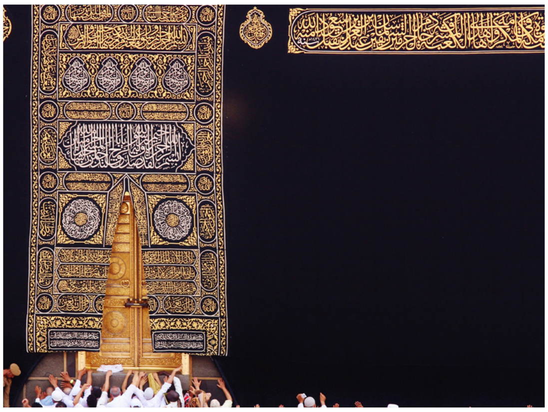

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا فِى السِّلۡمِ كَآفَّةً ۖ
وَلَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّيۡطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ

(البقرۃ 209)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم سب کے سب اطاعت (کے دائرہ) میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو۔ یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ

كُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا، اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ وَلاَ يَخْذُلُهُ

(صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو وہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ ہی اسے بے یارومددگار چھوڑتا ہے نہ ہی اسکی تحقیر کرتا ہے۔

قال المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اے عزیزو تم تھوڑے دنوں کے لئے دنیا میں آئے ہو اور وہ بھی بہت کچھ گزر چکی سو اپنے مولیٰ کو ناراض مت کرو۔۔۔ اگر تم خدا کی آنکھوں کے آگے متّقی ٹھہر جاؤ تو تمہیں کوئی بھی تباہ نہیں کرسکتا اور وہ خود تمہاری حفاظت کرے گا اور دشمن جو تمہاری جان کے درپے ہے تم پر قابو نہیں پائے گا ورنہ تمہاری جان کا کوئی حافظ نہیں اور تم دشمنوں سے ڈر کر یا اَور آفات میں مبتلا ہو کر بیقراری سے زندگی بسر کرو گے اور تمہاری عمر کے آخری دن بڑے غم اور غصّہ کے ساتھ گزریں گے خدا اُن لوگوں کی پناہ ہو جاتا ہے جو اُس کے ساتھ ہو جاتے ہیں سو خدا کی طرف آجاؤ اور ہر ایک مخالفت اُس کی چھوڑ دو اور اُس کے فرائض میں سستی نہ کرو اور اس کے بندوں پر زبان سے یا ہاتھ سے ظلم مت کرو اور آسمانی قہر اور غضب سے ڈرتے رہو کہ یہی راہ نجات کی ہے۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 71،72)

حقیقی اَمن کا راستہ

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

یہ اصول نہایت پیارا اور اَمن بخش اور صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا اور اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے کہ ہم ان تمام نبیوں کو سچا سمجھ لیں جو دنیا میں آئے۔خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور ملک میں اور خدا نے کروڑہا دلوں میں ان کی عزّت اور عظمت بٹھا دی اور ان کے مذہب کی جڑ قائم کر دی۔ اور کئی صدیوں تک وہ مذہب چلا آیا۔ یہی اصول ہے جو قرآن نے ہمیں سکھلایا۔اسی اصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا کو جن کی سوانح اس تعریف کے نیچے آ گئی ہیں عزّت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں گو وہ ہندوؤں کے مذہب کے پیشوا ہوں یا فارسیوں کے مذہب کے یا چینیوں کے مذہب کے یا یہودیوں کے مذہب کے یا عیسائیوں کے مذہب کے۔

(تحفہ قیصریہ، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 259)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

دنیا کا کام اَمن پر موقوف ہے۔اور اگر اَمن دنیا میں قائم نہ رہے تو کوئی کام نہیں ہو سکتا۔جس قدر اَمن ہو گا۔اسی قدر اسلام ترقی کرے گا۔اس لئے ہمارے نبی کریمؐ اَمن کے ہمیشہ حامی رہے۔ ... اگر اَمن نہ ہو تو کسی طرح کا کوئی کام دین و دنیا کا ہم عمدگی سے نہیں کر سکتے۔اس واسطے مَیں تاکید کرتا ہوں کہ اَمن بڑھانے کی کوشش کرو۔اور اَمن کے لئے طاقت کی ضرورت ہے۔وہ گورنمنٹ کے پاس ہے۔مَیں خوشامد سے نہیں بلکہ حق پہنچانے کی نیت سے کہتا ہوں کہ تم امن پسند جماعت بنو تا تمہاری ترقی ہو۔اور تم چین سے زندگی بسر کرو۔(حقائق الفرقان جلد 6 صفحہ 329)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

توحید باری تعالیٰ ایک ایسا عقیدہ ہے جس سے دنیا کا کوئی مذہب اختلاف نہیں کر سکتا اور یہی حقیقی مواخات پیدا کرنے کا ایک زبردست ذریعہ ہے۔جب تک دنیا یہ نہ سمجھے کہ زید اور بکر اور عمر اور خالد سب میرے ربّ کی مخلوق ہیں اور انہیں بھی اسی خدا نے پیدا کیا ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اس وقت تک ایک دوسرے کی تحقیر اور عناد کا جذبہ دلوں سے مٹ نہیں سکتا۔ اسلام نے امنِ عالم کے قیام کے لئے سب سے پہلے اسی نقطۂ مرکزی کو لیا اور توحید باری تعالیٰ کو دنیا میں قائم کیا اور انسانی قلوب میں یہ امر راسخ کیا کہ اسلام کا خدا ربّ العالمین ہے۔(تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 470)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

قرآن کریم نے دوسری ہدایت یہ دی تھی کہ جس وقت جھگڑا ہو اسی وقت فیصلہ کرنے کی طرف توجہ دینی چاہیے۔لیکن آج دنیا کا دستور اپنے ذاتی مفاد کے پیشِ نظر یہ بن گیا ہے کہ وہ جھگڑے کو لمبا ہونے دیتے ہیں لمبا کرتے چلے جاتے ہیں تا کہ بعض ذاتی مفاد کو حاصل کر سکیں۔اس طرح دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ پھر بین الاقوامی معاہدہ میں علاقائی تعصّب مضر ہے بلکہ مہلک ہے ... پس قرآن کریم نے کہا ہے کہ بین الاقوامی امن صرف اس صورت میں قائم کیا جاسکتا ہے جب قوم قوم کے درمیان جنبہ داری کے سلوک کو اختیار نہ کیا جائے اور کوئی ایک قوم دوسری قوم کی ناجائز حمایت کرنے پر نہ تلے۔

(خطبات ناصر جلد 1 صفحہ 701)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کوئی امن نصیب نہیں ہو سکتا یہی وہ راز ہے جس کو جانے بغیر نہ تو انسان کو اطمینانِ قلب نصیب ہو سکتا ہے اور نہ ہی معاشرہ میں امن وسکون کی ضمانت دی جا سکتی ہے۔حقیقی امن اور اطمینان تک لے جانے والا اور کوئی راستہ نہیں ہے... اس سے بڑھ کر اسلام کا کوئی اور فلسفہ نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کئے بغیر کوئی فرد حقیقی اطمینان حاصل نہیں کر سکتا اور حقیقی اطمینان کے بغیر معاشرہ امن وآشتی کا گہوارہ نہیں بن سکتا۔قیامِ امن کے لئے تمام ایسی کوششیں جن کا محرک ذاتی اغراض ہوں یقیناً ناکام اور بے نتیجہ رہتی ہیں۔اگر اللہ تعالیٰ موجود نہیں تو پھر امن بھی نہیں اور اس حقیقت کا شعور ہی دراصل دانائی کا کمال ہے۔(اسلام اور عصر حاضر کے مسائل کا حل، صفحہ 314)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

آج معاشرے کے اکثر فساد اس لئے ہیں کہ امانت کی ادائیگی صحیح طرح نہیں کی جاتی اور عہدوں کا پاس نہیں کیا جاتا صرف اپنے حقوق کا خیال نہیں ہونا چاہئے بلکہ دوسروں کے حقوق کا خیال بھی ہونا چاہئے۔جب یہ صورتحال پیدا ہو گی تو امن اور سلامتی معاشرے میں قائم ہو گی۔پھر یہ کہ صرف حقوق کا خیال نہیں کرنا بلکہ دوسرے کا حق نہ ہونے کے باوجود احسان کرتے ہوئے، قربانی کر کے دوسرے کی ضروریات کا بھی خیال رکھنا اور پھر یقیناً معاشرے میں امن اور سلامتی اور پیار پھیلانا ہے۔(خطبہ جمعہ 18 مئی 2007ء)

عشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگل پُر خطر

اِس جہاں میں خواہشِ آزادگی بے سُود ہے
اِک تری قیدِ محبّت ہے جو کر دے رستگار

تلخ ہوتا ہے ثمر جب تک کہ ہو وہ نا تمام
اِس طرح ایماں بھی ہے جب تک نہ ہو کامل پیار

جس کو تیری دُھن لگی آخر وُہ تجھ کو جا ملا
جس کو بے چینی ہے یہ وہ پا گیا آخر قرار

رنگِ تقویٰ سے کوئی رنگت نہیں ہے خوب تر
ہے یہی ایماں کا زیور ہے یہی دیں کا سنگار

اِس جہاں کو چھوڑنا ہے تیرے دیوانوں کا کام
نقد پا لیتے ہیں وہ اور دوسرے امیدوار

عِشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگل پُر خطر
عِشق ہے جو سر جھکا دے زیرِ تیغِ آبدار

اے میرے پیارے بتا تُو کس طرح خوشنود ہو
نیک دِن ہوگا وُہی جب تجھ پر ہوویں ہم نثار

صدق سے میری طرف آؤ اِسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف مَیں عافیت کا ہوں حصار

(درّثمین ''مناجات اور تبلیغ حق''")

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان مبارک سے

اسلام کی امن پسند تعلیم

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطاب برموقع جلسہ سالانہ جرمنی 21 اگست 2022ء کا متعلقہ متن

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا بے حد فضل اور احسان ہے کہ اس نے دنیا کے آج کل کے حالات کے باوجود جماعت احمدیہ جرمنی کو اپنا جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور گذشتہ سال کی نسبت وسیع انتظامات کے ساتھ آپ یہ جلسہ منعقد کر رہے ہیں۔ پہلے کووِڈ (covid) کی وبا نے دنیا کو پریشان کیا اور ابھی وہ وبا کی پریشانی ختم نہیں ہوئی تو اب دنیا میں جنگوں کی صورتحال نے دنیا کو ایک انتہائی خطرناک موڑ پر لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ دنیا کا کوئی خطہ بھی اس متوقع تباہی سے محفوظ نظر نہیں آتا اور جب تک واحد و یگانہ خدا کی طرف رجوع نہیں کریں گے تباہی سے بچ بھی نہیں سکتے۔ پہلے تو یورپ اور مغربی ممالک اور ترقی یافتہ ممالک اس زعم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جنگوں کی صورتحال، فساد کی صورتحال، علاقوں اور ملکوں کی تباہی کے حالات جہاں پیدا ہوئے ہوئے ہیں یا ہو رہے ہیں وہ ہم سے ہزاروں میل دُور ہیں اور ہم محفوظ ہیں۔ حالات خراب ہیں، بم پڑ رہے ہیں، لوگ مر رہے ہیں، عورتیں بیوہ ہو رہی ہیں، بچے یتیم ہو رہے ہیں، لوگ اپاہج ہو رہے ہیں تو وہ ایشیا میں اور مشرق وسطیٰ میں اور غریب ممالک میں ہو رہے ہیں، ہمیں کیا فرق پڑتا ہے۔ ترقی یافتہ ملک ان ملکوں کو اسلحہ فراہم کرتے رہے کہ ہمارا اسلحہ بکتا رہے۔ یہ مرتے ہیں تو مریں، کیا فرق پڑتا ہے۔ لیکن بھول گئے کہ یہ حالات ان پر بھی آسکتے ہیں اور اپنی ترقی کے زعم میں ان کی عقلیں ماری گئیں اور آنکھیں اندھی ہوگئیں اور پھر اب سب دنیا دیکھ رہی ہے کہ وہی ہوا جس کا خطرہ تھا اور یورپ میں بھی جنگی حالات پیدا ہو گئے ہیں۔ یوکرائن کی وجہ سے روس اور نیٹو (NATO) کے ممالک آمنے سامنے کھڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ برتری کس نے آخر میں حاصل کرنی ہے یا دونوں کی طرف کتنا نقصان ہونا ہے لیکن یہ یقینی بات ہے کہ اس کے نتائج

بہت خطرناک ہونے ہیں اور اگر اب بھی عقل سے کام نہ لیا تو ایک خوفناک تباہی اس کا انجام ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اب تائیوان کا معاملہ بھی کھڑا ہو گیا ہے اور صاف ظاہر ہے کہ اب پوری دنیا خوفناک جنگ کے دہانے پر کھڑی ہے۔

اس زمانے کے اللہ تعالیٰ کے فرستادے نے بڑے زور سے تنبیہ کی ہوئی ہے کہ ''اے یورپ! تُو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا! تُو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ مَیں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں''۔ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 269)

ہے۔ دنیا میں ڈوبے ہوئے ہیں اور دین کو بھول چکے ہیں۔ جہاں امن کا حل ہے وہاں نہ یہ غیر مسلم حکومتیں آنا چاہتی ہیں اور نہ ہی بدقسمتی سے مسلمان حکومتیں آنا چاہتی ہیں۔ اب بعض جگہ تجزیہ نگار یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ جنگوں کی صورت میں جو تباہی ہونی ہے وہ ایسی خوفناک ہو گی کہ ایک اندازے کے مطابق دورانِ جنگ اور اس کے بعد کے دو سالوں میں ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال کی وجہ سے دنیا کی چھیاسٹھ فیصد آبادی صفحہ ہستی سے مٹ جائے گی۔ ایسی تباہی و بربادی ہو گی جس کا تصور بھی کوئی نہیں کرسکتا۔ ایک عام انسان تو اس کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ پس بہت خوفناک حالات ہیں۔

کہ مسلمان بھی اس تعلیم کو بھول گئے اور ایمان کے صرف زبانی نعرے لگا کر ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوئے ہوئے ہیں اور اس کے لیے غیروں سے مدد کے طالب ہوتے ہیں۔

کلمہ گو، کلمہ گو کو دین کے مخالفین کی مدد سے قتل کر رہے ہیں۔ اس سے زیادہ بدقسمتی مسلمانوں کی اَور کیا ہوسکتی ہے؟ ایسی خوبصورت تعلیم اور ایسا درد رکھنے والے رسولؐ کی اتباع کا دعویٰ کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لے رہے ہیں اور دنیا میں امن وسلامتی پھیلانے کے بجائے بدامنی پھیلانے کے حوالے سے مشہور ہوتے چلے

صاف ظاہر ہے کہ اب پوری دنیا خوفناک جنگ کے دہانے پر کھڑی ہے

یہی وہ ارشاد ہے اور تنبیہ ہے اور Warning ہے جس کی وجہ سے خلفائے احمدیت وقتاً فوقتاً توجہ دلاتے رہے۔ مَیں بھی ایک عرصہ سے اس طرف توجہ دلا رہا ہوں، یہ بتا رہا ہوں کہ اپنے پیدا کرنے والے واحد ویگانہ خدا کی طرف رجوع نہیں کرو گے تو تباہی یقینی ہے۔

عرصہ سے بتا رہا ہوں کہ بلاک بن رہے ہیں اور اس کا آخری نتیجہ ایک دوسرے کی تباہی پر منتج ہو گا، اس لیے ہوش کرو لیکن اکثر یہ لوگ یہ باتیں سنتے ہیں، سنتے تھے اور اب بھی سنتے ہیں اور کہہ دیتے تھے کہ حالات کچھ خراب ہیں۔ ٹھیک ہے کہ کچھ حد تک خراب ہیں لیکن ایسے بھی نہیں

ایسے میں اگر کوئی اُمید کی کرن ہے، امن کی ضمانت ہے تو ایک ہی وجود ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے امن وسلامتی کی تعلیم کے ساتھ دنیا میں بھیجا تھا، جو شہنشاہِ امن ہے، جو اللہ تعالیٰ کو سب انسانوں سے زیادہ پیارا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کی آخری کامل اور مکمل شریعت اتری، جس کی تعلیم پیار و محبّت کی تعلیم ہے، جس نے اپنے خدا تعالیٰ کے تعلق کی وجہ سے اور اپنے اوپر اتری ہوئی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے اور دنیا کو تباہی سے بچانے کی فکر اور اس کے لیے شدید درد محسوس کرنے کی وجہ سے اپنی زندگی ہلکان کر لی تھی۔ اس حد تک اپنی حالت کر لی تھی اور کرب سے تڑپ

جا رہے ہیں اور یہ سب اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اس زمانے میں امن وسلامتی کے بادشاہ اور اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے کے غلام کو دنیا میں امن وسلامتی کی تعلیم پھیلانے کے لیے بھیجا ہے اس کی بات بھی سننا نہیں چاہتے اور نہ صرف بات سننا نہیں چاہتے بلکہ اس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ اس پر اور اس کے ماننے والوں پر کفر کے فتوے لگانے والے اور ان کو قتل کرنے کو اسلام کی خدمت اور خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ محبّت کا معیار سمجھتے ہیں۔ احمدیوں کی زندگیوں سے کھیلنا ان کے نزدیک کارِ ثواب ہے۔ پس ایسے لوگ کس طرح اسلام کی

اپنے پیدا کرنے والے واحد ویگانہ خدا کی طرف رجوع نہیں کرو گے تو تباہی یقینی ہے

جیسے تم خوفناک اور مایوس کن حالات کا نقشہ کھینچ رہے ہو۔ مجھے بھی لوگوں نے کہا، ہمارے اپنے جماعت کے افراد کو بھی لوگوں نے کہا لیکن اب یہی لوگ جو اُن باتوں کو سطحی نظر سے دیکھتے تھے خود کہنے لگ گئے ہیں کہ حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جا رہے ہیں اور اگر یہی حالات رہے تو کسی وقت بھی خوفناک جنگ کی صورت ہوسکتی ہے۔

اب یہ باتیں ان کے تھنک ٹینک (Think Tank) اور تجزیہ نگار عام کہنے لگ گئے ہیں لیکن اس کے باوجود پائیدار امن قائم کرنے کا حل ان کے پاس نہیں ہے اور یہ ہو بھی کیونکر سکتا ہے کہ امن کے منبع کی طرف ان کی نظر نہیں

کر اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فرمایا کہ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ اَلَّا يَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ (الشعراء:4) کیا تُو اپنی جان کو اس لیے ہلاک کر دے گا کہ وہ مومن نہیں ہوتے۔

پس یہ ہے وہ ذات جو دل میں انسانیت کے لیے درد رکھتی تھی کہ لوگ اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کریں اور تباہی سے بچ جائیں۔ اپنی دنیا بھی بچا لیں اور اپنی آخرت بھی بچا لیں۔ ایسی جامع تعلیم آپؐ نے عطا فرمائی کہ کوئی اَور تعلیم اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ ایسی امن کی ضمانت دی جو در اصل اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ضمانت ہے لیکن افسوس

امن کی تعلیم کو دنیا میں پھیلا سکتے ہیں؟ کاش کہ یہ لوگ عقل کریں۔ ان کے علماء علمائے سُوء بننے کی بجائے عقل و دانش پھیلانے والے علماء بنیں تا کہ امّتِ واحدہ بن کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے والے بن سکیں اور آنحضرت ﷺ کے غلام صادق کے ساتھ مل کر دنیا کو حقیقی امن وسلامتی کا پیغام پہنچا سکیں۔

بہرحال یہ ایک علیحدہ اور تفصیلی مضمون ہے۔ اس وقت مَیں آنحضرت ﷺ کی تعلیم، آپؐ پر اتری ہوئی شریعت، آپؐ کی امن وسلامتی پھیلانے والی تعلیم کے حوالے سے امنِ عالم کے بارے میں کچھ باتیں کروں گا۔

آنحضرت ﷺ کی تعلیم اور آپ ﷺ کا اُسوہ تو اس قدر وسعت رکھے ہوئے ہیں کہ اس کا احاطہ تھوڑے وقت میں ممکن ہی نہیں لیکن بہرحال جیسا کہ میں نے کہا چند باتیں بیان کروں گا۔

جماعت احمدیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ نعوذباللہ ہم آنحضرت ﷺ کی ہتک اور توہین کے مرتکب ہوتے ہیں اور اس کی تعلیم دیتے ہیں لیکن حقیقت میں ہم آنحضرتؐ کی تعلیم پر عمل کرنے والے اور آپؐ سے محبت کرنے والے ہیں۔ جماعت کا لٹریچر اس بات کا گواہ ہے۔ ہر سال ہزاروں سعید فطرت لوگ اس تعلیم اور محبّت کو دیکھ کر جماعت احمدیہ

مرکزِ اعتدال پر قائم کیا اور پھر بااخلاق انسان سے باخدا ہونے کے الٰہی رنگ سے رنگین کیا''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 183)

پس آپؐ نے اپنے ماننے والوں اور اپنے سے محبّت کرنے والوں کو اخلاق اور عبادتوں کے وہ گُر سکھائے جنہوں نے انہیں خداتعالیٰ کا قُرب پانے والا بنا دیا اور ان کا ہر قول و فعل خداتعالیٰ کی رضا کے لیے ہوگیا۔ حقوق العباد کی ادائیگی بھی کی تو خداتعالیٰ کا قرب پانے کے لیے۔ پس آنحضرت ﷺ کی سچے دل سے پیروی انسان کو اس مقام پر لے جاتی ہے جہاں وہ اللہ تعالیٰ سے

ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرنے والے بننے لگے۔ اور جب یہ صورتحال پیدا ہوتو پھر آپس کا محبّت و پیار بھی للہ پیدا ہوتا ہے۔ دوسروں کے حق بھی خداتعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے انسان ادا کرتا ہے اور جب یہ معیار بن جائے تو پھر امن وسلامتی کی بھی بنیاد پڑتی ہے، اس کے لیے کوشش ہوتی ہے اور اس کے معیار قائم ہوتے ہیں۔ پس آنحضرت ﷺ وہ وجود ہیں جنہوں نے ہمیں خداتعالیٰ سے ملنے کے راستے دکھائے اور یہی وجود ہے جس پر اتری ہوئی تعلیم پر عمل کر کے ہم دنیا میں امن وسلامتی پیدا کر سکتے ہیں۔

حقیقت میں ہم آنحضرت ﷺ کی تعلیم پر عمل کرنے والے اور آپ سے محبّت کرنے والے ہیں

مسلمہ میں شامل ہوتے ہیں۔ غیر بھی یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اسلام کی یہ تعلیم تو ایسی پُراثر اور محبّت اور سلامتی پھیلانے والی تعلیم ہے کہ یہی دنیا کے امن کا آج واحد حل ہے۔

ابھی کچھ دن پہلے مَیں نے یوکے کے جلسہ سالانہ میں جماعت کی ترقی کی رپورٹ میں اور جلسہ کے تاثرات کے واقعات میں لوگوں کے بیان سنائے کہ کس طرح وہ لوگ احمدی ماحول اور جلسہ کے ماحول سے متاثر ہوئے اور انہیں اسلام کی امن پسند تعلیم کا پتہ چلا۔ بہرحال ہمارے مخالفین جو بھی چاہیں سوچیں اور کریں، ہمارا کام ہے کہ اگر ہمیں آنحضرتؐ سے سچی محبت ہے تو آپؐ کی تعلیم کو اپنائیں اور

حقیقی محبت کرنے والا بن جاتا ہے اور یہ حقیقی محبت پھر انسان کے ہر قول و فعل کو خداتعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا بنا دیتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ آنحضرتؐ کی سچے دل سے پیروی کرنے والے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''آنحضرت ﷺ کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپ سے محبّت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے''۔ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 67)

پس یہ انقلاب تھا جو آنحضرتؐ نے لوگوں کے دلوں میں پیدا کیا کہ جو مشرک تھے وہ موحد بنے اور ایسے موحد بنے کہ خداتعالیٰ کے پیارے بن گئے۔ وہ خداتعالیٰ

ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ امن کی بنیاد گھروں سے شروع ہوتی ہے۔ پھر محلے، قصبے، شہر، ملک اور بین الاقوامی سطح تک اس کا دائرہ بڑھ جاتا ہے۔ پس ہر سطح پر جب ایک دوسرے کے جذبات اور حقوق کا خیال رکھا جاتا ہے تو امن قائم ہوتا ہے اور ہر طبقہ کی یہی تعلیم اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذریعہ ہمیں دی۔ ہر طبقے کو یہ تعلیم آپؐ نے دی۔

حضرت مصلح موعودؓ اس موضوع پر مختلف موقعوں پر بیان کرتے تھے لیکن ایک موقع پر اس مضمون کو بیان فرمایا: ''آنحضرت ﷺ اور امنِ عالم''۔ آپؓ کے اس مضمون

اگر ہمیں آنحضرت ﷺ سے سچی محبّت ہے تو آپ کی تعلیم کو اپنائیں اور دنیا میں پھیلائیں

دنیا میں پھیلائیں۔ دنیا کو بتائیں کہ آج دنیا کی امن وسلامتی کا یہی واحد حل ہے۔ پس آؤ اور امن و سلامتی کی تعلیم دینے والے اس عظیم وجود سے جڑ کر دنیا و آخرت میں اپنی سلامتی کے سامان کرلو۔ یہ صرف باتیں ہی نہیں ہیں بلکہ جب ہم تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ کس طرح اس نبی نے اَن پڑھ اور جاہل عربوں کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر اعلیٰ اخلاق اور علم و عمل کے میناروں تک پہنچا دیا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''وہی رسول جس نے وحشیوں کو انسان بنایا اور انسان سے بااخلاق انسان۔ یعنی سچے اور واقعی اخلاق کے

سے محبّت کرنے والے اور خداتعالیٰ ان سے پیار کرنے والا بن گیا۔ اللہ تعالیٰ سے محبّت کرنے والوں نے عبادت کے بھی حق ادا کیے اور خوب ادا کیے۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیم پر عمل شروع کیا اور خوب کیا اور اس کے معیار قائم کیے۔ جب کسی سے محبّت ہوتی ہے تو پھر اس کے ہر قول و فعل پر انسان عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس کی ہر بات سننے اور اس کو ماننے کی کوشش کرتا ہے۔ زبانی محبّت کا دعویٰ نہیں کرتا۔ پس جب ان لوگوں میں خداتعالیٰ کی محبّت پیدا ہوئی تو خداتعالیٰ کی مخلوق کے حق ادا کرنے کی طرف بھی توجہ پیدا ہوئی۔ حقوق العباد کی بجاآوری میں بھی

سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، استفادہ کرتے ہوئے میں بھی اس حوالے سے کچھ بیان کروں گا۔

یہ تو ہم دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ امن بڑی اہم چیز ہے۔ امن کی باتیں ہوتی ہیں، ہر کوئی کہتا ہے امن بہت اہم چیز ہے اور امن کی حالت ہی گھر کے سکون اور سلامتی کی بھی ضمانت ہے اور بین الاقوامی سطح پر بھی سکون وسلامتی کی ضمانت ہے اور خواہش بھی رکھتے ہیں کہ ہر سطح پر امن قائم ہو لیکن صرف خواہش امن پیدا نہیں کر دیتی کیونکہ یہاں بھی امن کی خواہش خودغرضی لیے ہوئے ہوتی ہے اور یہی ہم دنیا میں دیکھتے ہیں۔ اگر خودغرضی نہ ہو تو لڑائیاں

ہو ہی نہیں سکتیں۔ بالعموم جب کوئی امن کی بات کرتا ہے تو امن کی خواہش اپنے لیے ہوتی ہے بلکہ عموماً جب انسان دعا بھی کرتا ہے اور اگر دعا نہیں بھی ہو رہی تو انسان یہی کہتا ہے یعنی بعض دفعہ خواہش کا اظہار زبان پر بھی آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے بیوی بچوں کو میرے قریبیوں کو امن میں رکھے۔ دوسروں کے امن میں رہنے کے لیے یہ درد نہیں ہوتا یا انسان اپنی زندگی سکون سے بسر کرنے کے لیے دولت چاہتا ہے اور اس کو اچھا سمجھتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ دشمن کے لیے بھی وہ دولت کو اچھا سمجھتا ہے بلکہ صرف اپنے لیے دولت کو اچھا سمجھتا ہے۔ اگر صحت کو اچھا سمجھتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ دشمن کے لیے بھی اچھی صحت چاہتا ہے۔ دشمن کے لیے تو یہی چاہے گا کہ وہ نادار ہو اور کمزور ہو تاکہ اس کو دشمن پر فوقیت رہے۔ اسی طرح عزّت و مرتبہ اگر لوگ چاہتے ہیں تو اپنے لیے، ہر شخص کے لیے نہیں چاہتے۔ یہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ دوسرے کو بھی وہی عزّت و مرتبہ ملے جو مجھے مل رہا ہے۔ دنیا میں یہی نظارے ہمیں نظر آتے ہیں عام لوگوں میں بھی اور لیڈروں میں بھی۔ سیاستدانوں کی آپس کی لڑائیاں اور اقتدار میں آنے پر ایک دوسرے پر ظلم جو اپنے ہی ملکوں میں ہم دیکھ رہے ہیں، ایک دوسرے پر جو کر رہے ہیں وہ اسی سوچ کا نتیجہ ہے۔ پس اگر صرف امن کی خواہش ہے تو وہ فساد کا ذریعہ ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں خود غرضی شامل ہے کیونکہ جو لوگ امن چاہتے ہیں وہ اس رنگ میں امن کے متمنی ہیں کہ صرف انہیں اور ان کے قریبیوں کو یا ان کی قوم کو امن حاصل رہے۔ ورنہ دوسروں کے لیے اور دشمنوں کے لیے وہ یہی چاہتے ہیں کہ ان کے امن کو مٹا دیں۔ پس اگر اس اصول کو رائج کر دیا جائے کہ اپنے لیے اَور معیار اور دوسرے کے لیے اَور تو دنیا میں جو بھی امن قائم ہوگا وہ چند لوگوں کا امن ہوگا، ساری دنیا کا امن نہیں ہوگا۔ اور اگر ساری دنیا کا امن نہ ہو تو جو ساری دنیا کا امن نہ ہو وہ حقیقی امن نہیں کہلا سکتا۔ حقیقی امن تبھی ہوگا جو ذاتی، خاندانی، نسلی، قومی، ملکی ترجیحات سے بالا ہو کر قائم کرنے کی کوشش کی جائے، ایک مرکزی محور کے حصول کے لیے کی جائے۔ اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب انسان اس بات کو سمجھ لے اور اس کا فہم و ادراک پیدا کر لے کہ میرے اوپر ایک بالا ہستی ہے جو میرے لیے ہی امن نہیں چاہتی بلکہ تمام دنیا کے لیے امن چاہتی ہے، جو میرے گھر اور ملک کے لیے ہی امن نہیں چاہتی بلکہ تمام ملکوں کے لیے امن چاہتی ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کی تعلیم امن کا نقطہ محور یہ احساس ہے کہ ایک بالا ہستی مجھے دیکھ رہی ہے جس کے لیے مَیں نے اپنے قول و فعل کو ایک کرنا ہے۔ ہمیشہ اس اصول پر چلنے کے لیے آنحضرت ﷺ کے بتائے ہوئے اس سنہری اصول کو سامنے رکھنا ہوگا کہ دوسرے کے لیے بھی وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔ پس اس اصول کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیشہ یہ سوچ رکھنی ہوگی کہ اگر میں صرف اپنے لیے یا اپنی قوم کے لیے یا صرف اپنے ملک کے لیے امن کا متمنی ہوں تو اس صورت میں مجھے اللہ تعالیٰ کی مدد، اس کی نصرت اور اس کی خوشنودی کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب اس عقیدے پر انسان قائم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر سب کچھ کرنا ہے تبھی حقیقی امن قائم ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ذریعہ ہمیں اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ (الحشر:24) وہ بادشاہ ہے۔ پاک ہے، دوسروں کو پاک کرتا ہے۔ خود ہر ایک عیب سے سلامت ہے، دوسروں کو سلامت رکھتا ہے۔ سب کو امن دینے والا ہے۔ یہ کہہ کر کہ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ انسانی ارادوں کو پاک صاف کر دیا ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ جب تک ارادے درست نہ ہوں اس وقت تک کام بھی درست نہیں ہو سکتا۔ نیت ہی صاف نہ ہو تو کام میں برکت کس طرح پڑ سکتی ہے؟ جب تک ارادے درست نہ ہوں اس وقت تک بہر حال یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کبھی بھی کام درست نہیں ہو سکتا، ہو ہی نہیں سکتا۔ دنیا میں اس وقت جتنی لڑائیاں اور فساد ہیں وہ سب اس وجہ سے ہیں کہ انسان کے ارادے صاف نہیں ہیں۔ لوگ منہ سے جو باتیں کرتے ہیں ان کے مطابق ان کی خواہشات نہیں اور ان کی خواہشات کے مطابق ان کے قول و فعل نہیں اور دنیا کے اس فساد میں بڑی اور ترقی یافتہ کہلانے والی قوموں کا زیادہ کردار ہے۔ آج بیشک دنیا لڑائی کو بُرا کہتی ہے۔ ہر لیڈر کا یہی بیان ہے کہ لڑائی بُری چیز ہے لیکن اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہمارے خلاف کوئی لڑے تو یہ بُری بات ہے لیکن اگر ان کی طرف سے جنگ کی ابتدا ہو تو یہ کوئی بری بات نہیں ہے اور یہ نقص اس وجہ سے ہے کہ ان لوگوں کی نظر اس ہستی پر نہیں ہے جو 'سلام' ہے اور سلامتی دینے والی ہستی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جہاں تک ہمارا فائدہ ہے ہم امن کے نعرے لگانے پر عمل کریں گے مگر جب ہمارے مفاد کے خلاف بات آئے گی تو ہم ردّ کر دیں گے۔ ہمارے دشمن کی کوئی مدد کرے اور اسے اسلحہ دے تو یہ کسی صورت قابلِ قبول نہیں ہے لیکن اگر ہم کسی کو اسلحہ دیں چاہے وہ ظلم کرنے پر ہی استعمال ہو رہا ہو تو یہ جائز ہے۔ اگر یہ سوچ ہو تو کس طرح حقیقی امن قائم ہو سکتا ہے؟

دنیا میں اس وقت جتنی لڑائیاں اور فساد ہیں وہ سب اس وجہ سے ہیں کہ انسان کے ارادے صاف نہیں ہیں

لوگوں کی نظر اس ہستی پر نہیں ہے جو 'سلام' ہے اور سلامتی دینے والی ہستی ہے

پس حقیقی امن دنیا میں لانے کے لیے یہی عقیدہ اور اس پر عمل کارگر ہوگا کہ دنیا کا ایک خدا ہے جو یہ چاہتا ہے کہ سب لوگ امن میں رہیں۔ اور جب یہ عقیدہ ہوگا، اس پر عمل ہوگا تو پھر ہی انسان کی خواہشات خود غرضی سے بالا ہوں گی بلکہ دنیا کو عام نفع پہنچانے والی ہوں گی۔ اور جب یہ ہو گا تو ہماری سوچوں اور امن و سلامتی قائم کرنے کے اَور ہی معیار ہوں گے۔ ہم یہ نہیں دیکھیں گے کہ فلاں بات کا ہمیں فائدہ پہنچتا ہے یا نہیں بلکہ ہم یہ دیکھیں گے کہ ساری

دنیا پر اس کا کیا اثر ہے۔ دنیا والے تو ہمیشہ اپنے فائدے کے لیے دوسروں کے امن کو برباد کرتے رہتے ہیں لیکن جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایک بالا ہستی ہے تو وہ کبھی جرأت نہیں کریں گے کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ اگر ہم نے ایسا کیا تو ایک بالا ہستی ہمیں کچل کر رکھ دے گی۔ غرض کہ حقیقی امن اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک ایک بالا ہستی کو تسلیم نہ کیا جائے، جب تک اس کی محبّت دل میں پیدا نہ ہو۔ اور یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ امن دینے والا ہے صرف اسلام نے ہی آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے ذریعہ پیش کیا ہے۔

یہ بات یقینی ہے کہ توحیدِ کامل کے بغیر امن قائم ہو ہی نہیں سکتا

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پر جو تعلیم اتاری اس میں فرمایا کہ قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ۔ يَّهۡدِىۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ (المائدۃ:16، 17)۔ یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آ چکا ہے اور ایک روشن کتاب بھی۔ اللہ اس کے ذریعہ انہیں جو اس کی رضا کی پیروی کریں سلامتی کی راہوں کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے تو نورِ ہدایت بھیج دیا، ایک کتاب بھی تمام احکامات کے ساتھ بھیج دی اور اس میں سلامتی کی راہوں کی طرف واضح ہدایات بھی بیان فرمادیں۔ اب جو لوگ اس کی کامل پیروی کریں گے وہی سلامتی کی راہوں کو پانے والے ہوں گے۔ اگر آج مسلمانوں میں فتنہ وفساد کی کیفیت ہے، آپس میں جنگوں کی کیفیت ہے تو واضح ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اور بھیجی ہوئی کتاب اور نور کی حقیقی پیروی نہیں کر رہے۔ بے شک دعوے ہیں کہ ہم رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے محبّت کرتے ہیں لیکن عمل اس کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول تو کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کی بات کبھی غلط نہیں ہوسکتی۔ آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی باتیں کبھی غلط نہیں ہو سکتیں۔ اگر مسلمانوں میں فتنہ وفساد ہے تو واضح ہے کہ یہ اس کتاب مبین کو ماننے کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں جو تعلیم اتاری ہے اس کی پیروی نہیں کر رہے۔ آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے محبّت کا دعویٰ تو ہے لیکن آپؐ کے اُسوہ اور تعلیم پر عمل نہیں۔ پس آج آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے غلامِ صادق کے ماننے والوں کا یہ کام ہے کہ اس تعلیم کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔ قرآن کریم کے احکامات پر عمل کریں تو تبھی اپنے ماحول میں سلامتی پیدا کر سکتے ہیں اور دنیا کو بھی سلامتی کا پیغام پہنچا سکتے ہیں ورنہ دنیا کہے گی کہ اپنے قول وفعل ایک کرو پھر ہمیں نصیحت کرنا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ''اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم جو اعلیٰ وافضل سب نبیوں سے اور اتم واکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں جن کی پیروی سے خدائے تعالیٰ ملتا ہے اور ظلماتی پردے اٹھتے ہیں اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور قرآن شریف جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے ذریعہ سے حقانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا ہے اور انسان جہل اور غفلت اور شبہات کے حجابوں سے نجات پاکر حق الیقین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے''۔ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 557، 558 حاشیہ در حاشیہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جانے کا ذریعہ بنائے

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نور، جو حضرت محمد رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ہیں اور قرآن کریم جو روشن کتاب اور تمام علوم ومعارف کا سرچشمہ اور نور ہدایت ہے اور سلامتی کا پیغام ہے، کو بھیج کر انسانیت پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اگر انسان اس سے فائدہ نہ اٹھائے اور اپنے تباہ کرنے والے خود غرضانہ مفادات کا ہی اسیر رہے تو اس سے بڑی بدقسمتی اَور کیا ہوسکتی ہے۔

پس اگر اپنی دنیا و عاقبت سنوارنی ہے، امن وسلامتی سے رہنا ہے تو ہمیں اللہ تعالیٰ کے اس کلام کو جو آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پر اترا ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہیے کہ يَهۡدِىۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ، اس روشن کتاب کی ہدایت کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں۔ اس روشن کتاب کی ہدایت کو پڑھنا اور سامنے رکھنا چاہیے تبھی سبل السلام پر چلنے والے ہوں گے۔ سلامتی کے راستے پر چلنے والے ہوں گے۔ اس کتاب کا کوئی حکم بھی ایسا نہیں جو انسانی امن برباد کرنے والا ہے۔ پس یہ پیغام ہے جو اپنوں اور غیروں کو دینا ہمارا کام ہے آج اور یہی دنیا کے امن کی ضمانت ہے۔ اور یہی وہ انقلاب تھا جو آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے اپنے صحابہؓ میں پیدا کیا اور عملی طور پر ایسی جماعت تیار کر دی جو اِذَا خَاطَبَهُمُ الۡجٰهِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا (الفرقان:64)، اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے تو کہتے سلام، اس کا مصداق بنا دیا اور یہی وہ حالت ہے جب ہم میں پیدا ہو جائے اور ہم دنیا میں پیدا کر دیں تو ہمارا حال اور حاضر بھی امن میں ہو گا اور ہمارا مستقبل بھی امن میں ہو گا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں کا یہ ایک بہت بڑا کام ہے جنہوں نے اپنے گھروں اور اپنے ماحول میں بھی امن اور سلامتی پیدا کرنی ہے اور دنیا میں بھی امن و سلامتی پیدا کرنی ہے۔ اور یہ کام اسی وقت ہو گا جب ہمارے دل بھی خالص توحید سے پُر ہوں گے اور دنیا کو بھی حقیقی توحید کی طرف لانے والے ہوں گے۔

یہ بات یقینی ہے کہ توحیدِ کامل کے قیام کے بغیر امن قائم ہو ہی نہیں سکتا۔ پہلے بھی بیان ہو گیا کہ بالا ہستی کو بہرحال تسلیم کرنا ہو گا اور وہ بالا ہستی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کا خیال توحید کو دل میں قائم کیے بغیر نہیں آسکتا اور توحید قائم نہیں ہو گی تو لڑائیاں بھی جاری رہیں گی۔ لڑائیاں تو تبھی بند ہوسکتی ہیں جب حقیقی مواخات پیدا ہو، آپس میں محبّت اور پیار پیدا ہو، بھائی چارے کی صورتحال پیدا ہو۔ امن اس وقت تک قائم ہو ہی نہیں سکتا جب تک لوگوں کے اندر حقیقی مواخات پیدا نہ ہو اور حقیقی مواخات ایک خدا کو مانے بغیر پیدا نہیں ہوسکتی،

واحد و یگانہ خدا سے تعلق کے بغیر پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ صرف ماننا ہی نہیں بلکہ ایک تعلق بھی قائم کرنا ہوگا اور اس کی تعلیم بھی ہمیں آنحضرتؐ کے ذریعہ ہی ملی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الفاتحہ:2) کی تعلیم جب ہمیں قرآن کریم میں دی تو اسے ہر نماز میں پڑھنے کا حکم بھی دیا تا کہ مسلمانوں میں اخوّت کا وسیع تصور قائم ہو۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پڑھ کر خدا تعالیٰ کی ربوبیت تمام عالم پر وسیع ہونے کا ادراک پیدا ہوتا ہے۔ ان کلمات کو پڑھ کر انسان کی سوچ وسیع ہوتی ہے اور وہ اس خدا کی تعریف کرتا ہے جو تمام دنیا اور جہانوں کا ربّ ہے۔ جو عیسائیوں کا بھی ربّ ہے، ہندوؤں کا بھی ربّ ہے، یہودیوں کا بھی ربّ ہے اور ہر ایک کا ربّ ہے۔ جب یہ کلمات انسان پڑھتا ہے تو پھر کسی سے نفرت کیونکر ہو سکتی ہے۔ یہی بات میں نے ایک دفعہ امریکہ میں غیروں کی ایک مجلس میں بیان کی تو وہ کہتے ہیں یہ کیسی تعلیم ہے! اور واقعی اسلام کی تعلیم ایسی ہے جو کبھی ایک حقیقی مسلمان کے دل میں دوسرے کے لیے بغض و کینہ پیدا کر ہی نہیں سکتی۔ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے الفاظ نے تو سب کا احاطہ کر لیا ہے اور یہی چیز سلامتی پھیلانے کے بڑے اور وسیع راستے کھولتی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں بتا دیا گیا کہ اگر حقیقی توحید قائم ہو اور ربّ العالمین کی حمد سے انسان کی زبان تر ہو تو یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی قوم کا کینہ انسان کے دل میں ہو، نہ عیسائیوں کے لیے، نہ ہندوؤں کے لیے، نہ یہودیوں کے لیے۔

یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو وہ ان کی بربادی کی خواہش رکھے اور دوسری طرف ان کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد اور تعریف بھی کرے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ پس حقیقی موحد ہی حقیقی امن و سلامتی کا علمبردار ہے۔ اگر مسلمان حقیقت میں اس نکتہ کو سمجھ لیں اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں تو دنیا میں حقیقی امن پسند یہی ہوں گے لیکن پھر وہی بات کہ اس کے لیے آنحضرت ﷺ کے غلامِ صادق کے ساتھ جڑنا بھی ضروری ہے، تبھی علم و معرفت کا صحیح ادراک بھی ہو سکتا ہے۔

لیکن ساتھ ہی میں پھر کہوں گا کہ یہ ہم پر بھی ذمہ داری ڈالتا ہے کہ ہم اپنی حالتوں کا جائزہ لیتے رہیں۔ یہ نہ ہو کہ ہمارا نمازوں میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پڑھنا صرف منہ کے الفاظ ہوں اور دل اس کی گہرائی سے خالی ہوں۔ اگر دل و دماغ اس گہرائی سے خالی ہیں تو ہم بھی فتنہ و فساد پیدا کرنے والوں میں سے ہوں گے۔ امن و سلامتی پھیلانے والوں اور آنحضرت ﷺ کی لائی ہوئی تعلیم کی پیروی کرنے والوں میں سے نہیں ہوں گے۔ پس بہت سوچنے کا مقام ہے، بہت غور کی ضرورت ہے، بہت فکر کا مقام ہے۔ آج ہر احمدی کا کام ہے کہ حقیقی امن اور سلامتی دنیا میں پیدا کرنے کے لیے خدائے واحد پر اپنے ایمان کو پختہ کرے۔ خدا تعالیٰ کی محبّت کو اپنے دلوں میں راسخ کرے کہ کوئی اور محبّت اس کی جگہ نہ لے سکے۔ اس کے حکموں پر عمل کرنے کے لیے آنحضرت ﷺ پر اُتری ہوئی تعلیم یعنی قرآن کریم کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائے۔ جب ہمارے معیار اس حد تک جائیں گے کہ قرآن کریم کا ہر حکم اور آنحضرت ﷺ کا ہر ارشاد ہمارے قول و فعل کا حصہ بن جائے گا تب ہی ہم دنیا کو اسلام کا حقیقی پیغام پہنچا سکیں گے۔ انہیں حقیقی امن کے گُر کی نہ صرف تعلیم پیش کر کے بتائیں گے بلکہ اپنے عمل سے بھی سکھائیں گے اور یہی دنیا میں حقیقی امن قائم کرنے کا ذریعہ ہے اور یہی آنحضرت ﷺ کو امنِ عالم کا عظیم وجود ثابت کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہی اسلام پر اعتراض کرنے والوں کے منہ بند کرنے کا ذریعہ ہے۔ بہرحال آج یہ کام مسیح موعود کی جماعت کے سپرد کیا گیا ہے۔ اگر ہم نے بھی گھریلو سطح سے لے کر بین الاقوامی سطح تک اس کے مطابق اپنا کردار ادا نہ کیا تو ہمارے امن و سلامتی میں رہنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے، نہ ہی ہماری نسلوں کی امن و سلامتی میں رہنے کی کوئی ضمانت ہے اور نہ ہی دنیا کے امن و سلامتی کی کوئی ضمانت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جانے کا ذریعہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ احسن رنگ میں ہمیں فرض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 28 ستمبر 2022ء)

پرچمِ دینِ احمدؐ اڑائیں گے ہم

دینِ احمدؐ کا جو آج سالار ہے
تیر ہاتھوں میں اس کے نہ تلوار ہے

ساتھ فوجوں کی کوئی نہ یلغار ہے
ابنِ منصور کی ایک للکار ہے

ڈنکہ توحید کا اب بجائیں گے ہم
پرچمِ دینِ احمدؐ اڑائیں گے ہم

خوابِ ناصر کی تعبیر بن جائیں گے
زہر نفرت کی اکسیر بن جائیں گے

ہم محبّت کی تنویر بن جائیں گے
نئی اندلس کی تقدیر بن جائیں گے

اپنا قبضہ دلوں پر جمائیں گے ہم
اہلِ اندلس کو اپنا بنائیں گے ہم

حق کی لوگوں کو توفیقِ پہچاں ملے
اس کے ہر باسی کو نورِ ایماں ملے

ہے یہ مقصد ہمارا فقط اے خدا
تیری نصرت سے ہم کو یہ اِچّھا ملے

تیری نصرت اگر پاتے جائیں گے ہم
عبدِ رحمٰن ہر جا دکھائیں گے ہم

(مکرم مبارک احمد ظفر صاحب)

قسط نمبر 2

صدق سے میری طرف آؤ، اِسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف مَیں عافیت کا ہوں حِصار

(محمد الیاس منیر، مربی سلسلہ)

اِس وقت اسلامی معاشرہ طرح طرح کی بِدعات، رسوم اورخلافِ شریعت افعال میں بری طرح جکڑا ہوا ہے۔کسی کے ہاں ولادت ہوتی ہے تو اسے طرح طرح کی رسوم ادا کرنی پڑتی ہیں، کسی کے ہاں وفات ہوتی ہے تو اس کے لواحقین مختلف رسوم ادا کرتے کرتے قرضوں تلے دب جاتے ہیں۔اس کے علاوہ زندگی کے ہرموڑ پر ہرکس وناکس کو بِدعات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان سب کے خلاف عَلمِ جہاد بلند کیا اور اپنے حلقہ بیعت میں شامل ہونے والوں کے لئے یہ شرط عائد کر کے گویا ایک احسانِ عظیم فرمایا ہے کہ:

''اتباعِ رسم اور متابعتِ ہواوہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستورالعمل قرار دے گا''۔

آپؑ نے 1902ء میں اس مقصد کے لئے ایک طویل اشتہار بھی شائع کیا جس میں معاشرہ میں پھیلی ہوئی بدعات اور بدرسومات سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا:

''مَیں دیکھتا ہوں کہ ہمارے گھروں میں قسم قسم کی خراب رسمیں اور نالائق عادتیں جن سے ایمان جاتا رہتا ہے گلے کا ہار ہورہی ہیں اور اُن بری رسموں اور خلافِ شرع کاموں سے یہ لوگ ایسا پیار کرتے ہیں جو نیک اور دینداری کے کاموں سے کرنا چاہیے''۔

اشتہار کے آخر پر فرمایا: ''یاد رکھنا چاہیے کہ یہ سب شیطانی طریق ہیں۔ہم صرف خالص اللہ کے لیے ان لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ آؤ خداتعالیٰ سے ڈرو''۔

(الحکم 10 جولائی 1902ء صفحہ 6 تا 8)

کیسا عظیم آقا ہے ہمارا، ہمیں کس کس طرح سے خداتعالیٰ کی رضا کی راہوں پر چلانے کے لئے بلا رہا ہے تا کہ ہماری زندگیاں آسان ہوں، سادہ ہوں اور ہر طرح کے فساد سے محفوظ ہوں۔

عام طور پر خیال کرلیا جاتا ہے کہ جب حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بیان کردیا کہ میرا وجود عافیت کا حصار ہے تو گویا اس میں ہر اُس شخص کی حفاظت کی ضمانت دے دی گئی ہے جو آپ پر ایمان لے آتا ہے خواہ وہ خود ان درندوں اور شیطان کی کھودی ہوئی خندقوں سے بچنے کے لیے کوئی بھی کوشش نہ کرے۔ یہ خیال ہرگز درست نہیں کیونکہ حضورؑ نے اپنی بے شمار تحریرات اور فرمودات میں اس مضمون کو کھول کر بیان فرمایا کہ صرف زبان سے بیعت کا اقرار کچھ چیز نہیں جب تک ہم آپ کی مقرر فرمودہ شرائطِ بیعت اور تعلیم پر عمل کرتے ہوئے خود کو دنیا میں موجود اِن درندوں سے محفوظ نہ کرلیں۔حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''واضح رہے کہ صرف زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے جب تک دل کی عزیمت سے اس پر پورا پورا عمل نہ ہو پس جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ اس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے جس کی نسبت خداتعالیٰ کی کلام میں یہ وعدہ ہے اِنِّیۡ اُحَافِظُ کُلَّ مَنۡ فِی الدَّارِ یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چاردیوار کے اندر ہے مَیں اس کو بچاؤں گا۔ اِس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت کے گھر میں بودوباش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں''۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 10)

پس آج ہم نے جائزہ لینا ہے کہ کیا ہم حضرت مسیح موعودؑ کے الدّار میں داخل ہیں؟ اگر داخل ہیں تو یقیناً عافیت کے محفوظ حصار میں ہیں۔ لیکن اگر ہم دنیاداری میں پھنسے ہوئے ہیں، چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھے ہوئے ہیں، رزقِ حلال کا تصوّر بے معنی ہو چکا ہے، اگر حسد اور بدگمانیاں باہمی تعلقات کو کھوکھلا کر رہی ہیں، بے لوث

خدمت کی جگہ خود نمائی لے چکی ہے، اندرونی بے چینیاں اور باہمی کشیدگیاں ہمارے سکون چھین رہی ہیں تو پھر یقینی طور پر ہمیں اِس حصار کی طرف دوڑ کر آنے کی ضرورت ہے۔ پس ہمیں چاہیے کہ اِس حصارِ عافیت کی طرف صِدق کے ساتھ لوٹ آئیں اور حضرت مسیح موعودؑ کے اس پیغام کو سامنے رکھتے ہوئے نیک تبدیلی پیدا کریں، فرمایا:

’’خدا نے ارادہ کیا کہ وہ نئی زمین اور نیا آسمان بناوے۔ وہ کیا ہے نیا آسمان؟ اور کیا ہے نئی زمین؟ نئی زمین وہ پاک دل ہیں جن کو خدا اپنے ہاتھ سے تیار کر رہا ہے جو خدا سے ظاہر ہوئے اور خدا اُن سے ظاہر ہوگا۔ اور نیا آسمان وہ نشان ہیں جو اس کے بندے کے ہاتھ سے اُسی کے اِذن سے ظاہر ہو رہے ہیں‘‘۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 7)

سیّدنا اقدس حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی رحلت سے پہلے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر اپنے بعد اپنی پیاری جماعت کے لئے قدرتِ ثانیہ کی خوشخبری عطا فرمائی جو آپؑ کے بعد ہر اُس فردِ جماعت کے لئے حصارِ عافیت ہے جو ایمان اور عمل صالح کی شرط پورا کرنے والا ہے۔ ہر فردِ جماعت اس بات کا گواہ ہے کہ آج خلافت ہی حصارِ عافیت ہے کیونکہ اس کی برکت سے جماعت ہر قسم کی مخالفانہ آندھیوں اور طوفانوں میں سے نہ صرف حفاظت و سلامتی کے ساتھ گزری بلکہ ہمیشہ پہلے سے بڑھ کر ترقیات ملتی رہیں۔ گزشتہ 135 سالہ تاریخ میں جماعت پر بڑے بڑے خوفناک ابتلاء آئے، ہر موقع انتہائی خوف و ہراس کا موقع تھا مگر ہم نے ہر موقع پر خدائی وعدہ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا کو پورا ہوتے ہوئے دیکھا اور ہر خلیفۃ المسیح کو دیکھا کہ وہ پوری جماعت کو خداداد فراست کے ساتھ ان مشکل حالات میں سے نکال کر مقام محفوظ پر لاتے رہے۔ کاش امّت مرحومہ بھی اس نکتہ کو سمجھتی اور خلافت کے سایہ تلے آ کر اپنے اوپر ہونے والے مظالم سے محفوظ ہو جاتی۔ ہمارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آج جنگوں سے باز رکھ کر دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کے لئے جو ہر ممکن کوششیں کر رہے ہیں، کاش دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں بھی اس پر کان دھرتیں تو ماضی میں ہونے والی عالمی جنگوں کے نتیجہ میں برلن تباہ ہوتا نہ ہمبرگ، کولون ملبہ کا ڈھیر بنتا نہ ہیروشیما اور ناگاساکی۔ پس آج ہم نے کامیاب ہونا ہے تو خلافت کی برکت سے، اس کی اطاعت سے، اس کے حِصار میں آنے سے۔ جو خلیفۂ وقت کی طرف سے ملنے والی ہدایات و ارشادات پر بدل و جان عمل کرنے اور ماں سے بڑھ کر پیار کرنے والے اُس وجود سے محبّت کرنے سے حاصل ہوگا۔

قیامِ خلافت کی خوشخبری کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعودؑ نے جماعت کو نظامِ وصیت بھی دیا جو دراصل روحانی و اخلاقی معیار بلند کرنے کے ساتھ ساتھ غیر معمولی مالی قربانی پیش کرنے کا نام ہے۔ یہ نظام بھی ہمارے لئے عافیت کا ایک بڑا حِصار ہے جس کے سایہ تلے آنے سے دنیا کی محبّت ٹھنڈی ہوتی ہے اور سفرِ آخرت آسان ہو جاتا ہے۔ پس اگر ہم نے زندگی کے یہ مقاصد حاصل کرنے ہیں تو ہمیں اس مقدّس اور عظیم نظامِ وصیت میں شامل ہونا ہوگا۔

آج شیطان اور دجّال نے معاشرہ پر بہت بڑا حملہ کر رکھا ہے اور ہم خطرناک حالتِ جنگ میں ہیں کیونکہ مدّمقابل ایسا ہے کہ جس کے متعلق حدیث میں لَا يَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِهِمۡ یعنی ان کا مقابلہ کرنے کی کسی کو طاقت نہ ہوگی کے الفاظ آئے ہیں۔ وہ حملہ ہماری رُوحانیت پر ہے، ہماری عملی حالتوں پر ہے، ہمارے اخلاق و کردار پر ہے، ہمارے نظام پر ہے۔ اس کا مقابلہ حدیث رسولؐ کے مطابق صرف اور صرف مسیح موعودؑ کی اقتداء میں دعاؤں کے ذریعہ کیا جا سکے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کو دعا کا ہتھیار عطا کیا گیا جو طاقتور بھی ہے اور ناقابلِ تسخیر بھی، فرمایا:

’’خدا نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے جو کچھ ہوگا دعا کے ذریعے ہی ہوگا۔ ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے اور اس کے سوا کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں ہے‘‘۔

(روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 267)

دعا کا یہ ہتھیار عافیت کا حِصار بن کر ہمیشہ آپؑ کی حفاظت اور تائید و نصرت کے نظارے دکھاتا رہا ہے اور آپ کی طرف صدق کے ساتھ آنے والے ہزاروں، لاکھوں بلکہ کروڑوں متبعین کے لئے بھی آج تک حِصارِ عافیت بنا ہوا ہے۔ کبھی عبدالکریم صاحبؓ کے بارے میں حاذق طبیبوں کے Sorry, nothing can be done for Abdul Karim کہنے کے باوجود ان کا نہ صرف شفایاب ہونا بلکہ کامیاب زندگی نصیب ہونا، تو کبھی نواب عبدالرحیم صاحب کا شفاعت کی اجازت ملنے کے بعد غیر معمولی حالات میں صحت یاب ہو جانا اور کبھی حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کے لئے دعا کرتے ہوئے خدا کی طرف سے سَلٰمٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِيۡمٍ الہام ہونا اور اس کے جلد بعد حضرت میر صاحب کا خلافِ توقع مکمل صحت یاب ہو جانا۔

(سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 286،287)

یہ سب اور ان جیسی ان گنت ایمان افروز مثالیں دعا کی صورت میں آپ کے حِصارِ عافیت ہونے کا پتہ دیتی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ آپ نے قرآن و اسلام اور خود آنحضرت ﷺ کی ذاتِ اقدس پر حملہ کرنے والوں کے لئے خدا کے حضور جب دعائیں کیں تو کبھی امریکہ میں ڈاکٹر ڈوئی کا عبرتناک انجام اس کی مثال بنا تو کبھی لیکھو پر تیغِ دعا چلی۔

دعاؤں کا یہ حِصار اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج بھی جماعت احمدیہ کو حاصل ہے جو خلافت احمدیہ کی صورت سایہ فگن ہے اور خلفائے مسیح موعود کی دعاؤں کے حِصارِ عافیت میں جماعت کا قافلہ شاہراہ غلبۂ اسلام پر رواں دواں ہے۔ کبھی قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کے نعرے لگانے والے اِن دعاؤں کا نشانہ بنے تو کبھی جماعت کے ہاتھ میں کشکول پکڑا دینے کا اعلان کرنے والے فَدَمۡدَمَ عَلَيۡهِمۡ رَبُّهُمۡ بِذَنۡۢبِهِمۡ فَسَوّٰىهَا کی زد میں آ کر بھڑکتی ہوئی بھٹی میں جا پڑے۔ اس کے بعد جب ایک مطلق العنان آمر نے خدا تعالیٰ کی اس پاک جماعت کو کینسر کہا تو اس کی لاش کے پرخچے ہوا میں اُڑ گئے

تمہیں مٹانے کا زعم لے کر اُٹھے ہیں جو خاک کے بگولے
خدا اُڑا دے گا خاک ان کی کرے گا رسوائے عام کہنا

یہ اُسی مردِ حق کی دعا ہی تو تھی کہ اس عاجز کی موت کے پروانہ پر بغض و عناد کے قلم سے دستخط کرنے والے کی

لاش بھی سلامت نہ رہی جبکہ وہی دعا میرے ساتھیوں اور مجھے اس نمرود کی کچلیوں سے بحفاظت نکال لائی، الحمدللہ وسبحان اللہ علیٰ ذالک۔ میرے آقا نے سچ فرمایا تھا ؎

اے غلامِ مسیح الزماں ہاتھ اُٹھا، موت بھی آگئی ہو تو ٹل جائے گی

یہ 4 مئی 2006ء کی بات ہے جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فجی کے شہر ناندی کے دورہ پر تھے۔ اس دوران ایک رات اچانک بہت بڑا سونامی طوفان فجی کے ساتھ والے جزائر میں آگیا جو مسلسل اپنی شدّت اور طاقت میں بڑھتا جا رہا تھا اور موسمیاتی پیشگوئی کے مطابق صبح کے وقت ناندی کا سارا علاقہ اس کی لپیٹ میں آکر غرق ہو جانے والا تھا جس کی وجہ سے ہر فردِ جماعت ناقابلِ بیان تشویش میں تھا کہ اب کیا ہوگا۔ اگلی صبح نماز فجر کے لیے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تشریف لائے تو اس طوفان کے بارے میں صورت حال عرض کر دی گئی۔ پھر کیا تھا، حضورِ انور نے جو نماز فجر پڑھائی تو لمبے سجدوں میں خدا کے حضور خوب مناجات کیں۔ نماز سے فارغ ہوتے ہی مسیح کے خلیفہ نے احبابِ جماعت کو مخاطب ہو کر فرمایا: فکر نہ کریں اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا کچھ نہیں ہوگا۔ چنانچہ کچھ ہی دیر میں ٹی وی پر خبریں آنا شروع ہوگئیں کہ اس سونامی کا زور ٹوٹ رہا ہے۔ پھر قریباً دو اڑھائی گھنٹے بعد خبر آئی کہ اس طوفان کا وجود ہی مٹ گیا ہے۔ اِس طرح سے اس علاقہ نے عجیب نظارہ دیکھا کہ وہ سونامی جس نے اگلے چند گھنٹوں میں لاکھوں لوگوں کو غرق کرتے ہوئے سارے علاقہ کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا تھا، خلیفۂ وقت کی دعا سے چند گھنٹوں میں خود اس کا وجود مٹ گیا۔ اس روز فجی کے اخبارات نے یہ خبریں لگائیں کہ سونامی کا ٹل جانا کسی معجزے سے کم نہیں''۔ (مشکوٰۃ، قادیان مئی 2023ء)

آہِ مومن سے ٹکرا کے طوفان کا رخ پلٹ جائے گا، رُت بدل جائے گی

پس یہ حصارِ عافیت ہمیں خلیفۃ المسیح کی دعاؤں کی صورت میں آج بھی حاصل ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس کے بابرکت سایہ میں آئیں اور فیض یاب ہوں۔ ہمارے آقا ہمیں بار بار دعاؤں کی طرف توجہ دلاتے ہیں، امن کے سفیر بن کر عالمی امن کے لئے ہر ممکن کوشش کے ساتھ حضور انور مسلسل دعاؤں کی طرف توجہ دلا رہے ہیں، مَیں سمجھتا ہوں کہ حضور کی یہ دعائیں ہی ہیں جو جنگ عظیم کو ٹالتی چلی آ رہی ہیں ورنہ ظاہری حالات تو بہت مختلف ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ جرمنی 2024ء کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ایک رؤیا کی روشنی میں افرادِ جماعت کو روزانہ دوسو مرتبہ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اور ایک ایک سو مرتبہ استغفار کرنے اور حضرت مسیح موعودؑ کی الہامی دعا رَبِّ کُلُّ شَیۡءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحۡفَظۡنِیۡ وَانۡصُرۡنِیۡ وَارۡحَمۡنِیۡ کا وِرد کرنے کی ہدایت فرمائی تھی اور بتایا تھا کہ خلیفہ ثالثؒ کو رؤیا میں دکھایا گیا تھا کہ اگر ان دعاؤں کا وِرد کرو گے تو تم ایک ایسے قلعہ میں محفوظ ہو جاؤ گے جہاں شیطان کبھی داخل نہیں ہو سکتا اور جس کی لوہے کی دیواریں ہیں جو آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں اور ان میں کوئی سوراخ ایسا نہیں رہے گا جہاں سے شیطان حملہ کر سکے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا تھا کہ ان دنوں میں جبکہ شیطان ہر حیلے سے ہم پر بحیثیت جماعت بھی اور مجموعی طور پر، عمومی طور پر دنیا میں بھی حملے کرنے کی کوشش کر رہا ہے اس سے بچنے کے لیے ایک ہی ذریعہ ہے کہ خاص طور پر دعاؤں پہ زور دیں اور صرف جلسہ کے دنوں میں نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے یہ درود شریف اور ذکرِ الٰہی جو ہے، یہ وِرد جو ہے اسے اپنی زندگیوں کا حصہ بنا لیں''۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 13 ستمبر 2024ء صفحہ 2)

پس آئیں اور اپنے امام ہمام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے دعاؤں میں لگ جائیں، دن کو بھی دعائیں کریں اور اپنی راتوں اور سجدہ گاہوں کو بھی ان دعاؤں سے سجائیں اور اُس حِصارِ عافیت اور اُس قلعہ میں داخل ہو جائیں جس کی دیواریں لوہے کی ہیں اور آسمان تک بلند ہوتی چلی جانے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

بھولے بھٹکوں کے لیے راہ نما ہو جاؤ

عہد شکنی نہ کرو اہلِ وفا ہو جاؤ
اہلِ شیطاں نہ بنو اہلِ خدا ہو جاؤ

گرتے پڑتے درِ مولیٰ پہ رَسا ہو جاؤ
اور پروانے کی مانند فِدا ہو جاؤ

جو ہیں خالق سے خفا اُن سے خفا ہو جاؤ
جو ہیں اِس دَر سے جدا اُن سے جدا ہو جاؤ

حق کے پیاسوں کے لیے آبِ بقا ہو جاؤ
خشک کھیتوں کے لیے کالی گھٹا ہو جاؤ

بادشاہی کی تمنّا نہ کرو ہرگز تم
کوچۂ یارِ یگانہ کے گدا ہو جاؤ

بحرِ عرفان میں تم غوطے لگاؤ ہر دم
بانیٔ کعبہ کی تم کاش دعا ہو جاؤ

قُطب کا کام دو تم ظلمت و تاریکی میں
بھولے بھٹکوں کے لیے راہ نما ہو جاؤ

طالبانِ رُخِ جاناں کو دکھاؤ دلبر
عاشقوں کے لیے تم قبلہ نما ہو جاؤ

امرِ معروف کو تعویذ بناؤ جاں کا
بے کسوں کے لیے تم عُقدہ کشا ہو جاؤ

دمِ عیسیٰ سے بھی بڑھ کر ہو دعاؤں میں اثر
یدِ بیضا بنو موسیٰ کا عصا ہو جاؤ

راہِ مولیٰ میں جو مرتے ہیں وہی جیتے ہیں
موت کے آنے سے پہلے ہی فنا ہو جاؤ

موردِ فضل و کرم وارثِ ایمان و ہدیٰ
عاشقِ احمدؐ و محبوبِ خدا ہو جاؤ

(حضرت مصلح موعودؓ)

تعارف کتب

صادق محمد طاہر

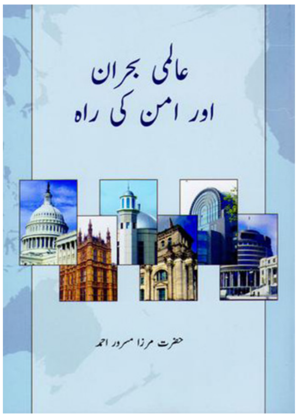

عالمی بحران اور امن کی راہ

زیرِنظر کتاب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اُن خطابات پر مشتمل ہے جو آپ نے سالانہ امن کانفرنسز اور دنیا کے مختلف ممالک کے ایوانوں میں فرمائے نیز حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بعض ممالک کے سربراہوں کو جو خطوط ارسال فرمائے انہیں یکجائی صورت میں اس کتاب میں درج کیا گیا ہے۔ یہ ایک مردِ قلندر کی ندائے حق ہے جو کہ آپ نے خداداد فراست سے دنیا کے معروضی حالات اور اس کے بھیانک نتائج کو بھانپتے ہوئے کُل عالم میں بلند کی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے ساتھ ہی سالانہ امن کانفرنسز کا آغاز فرمایا جن میں مختلف طبقہ ہائے فکر کے نمائندگان شامل ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ بفضلِ خدا تاحال جاری ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تب سے ہی دنیا کو تباہی سے بچانے اور امن کے قیام کی خاطر ہر صاحبِ اختیار کو اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی تلقین فرما رہے ہیں اور اسلام کی حسین تعلیم اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ مبارکہ کی روشنی میں دنیا بھر کے رہنماؤں کو عدل وانصاف پر کاربند ہو جانے کی تنبیہہ فرما رہے ہیں اور امتیازی سلوک کے نتیجہ میں اُبھرنے والے خطرات اور ان کے بھیانک نتائج سے آگاہ فرما رہے ہیں اور یاد دلا رہے ہیں کہ جس معاشرہ میں کمزوروں کے ساتھ ظلم روا رکھا جائے اس معاشرہ کے امن کی کوئی ضمانت نہیں رہتی۔

اس کتاب میں آٹھ خطابات درج ہیں جن میں اسلام سے متعلق منفی پراپیگنڈا کی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں 22 اکتوبر 2008ء کو برطانوی حکومت کے ہاؤس آف کامنز میں خطاب کرتے ہوئے حضور انور نے فرمایا:

''خلافت کے حوالہ سے آپ کو یہ خدشہ ہو سکتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تاریخ خود کو دہرائے اور ایسی قیادت کے نتیجہ میں جنگیں شروع ہو جائیں۔ اگرچہ اسلام کے خلاف اس قسم کی الزام تراشی کی جاتی ہے لیکن مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ خلافتِ احمدیہ دنیا میں ہمیشہ امن وآشتی کی حقیقی علمبردار کے طور پر جانی جاتی رہے گی۔ احمدی جس ملک میں بھی رہتے ہوں گے وہ اپنے اپنے ملک کے وفادار شہری ثابت ہوں گے۔ خلافت احمدیہ کا کام تو صرف حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کو جاری رکھنا اور اسے آگے بڑھانا ہے۔ اس لیے خلافت احمدیہ سے خائف ہونے کی قطعاً کوئی وجہ نہیں ہے۔ خلافت احمدیہ تمام احمدیوں کو ان ہر دو فرائض کی ادائیگی کی طرف مسلسل متوجہ رکھتی ہے جن کی خاطر حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ جماعت دنیا میں امن وآشتی کی فضا پیدا کرنے کے لیے کوشاں ہے''۔ (عالمی بحران اور امن کی راہ صفحہ 10)

نیز آپ نے انتباہ فرمایا: ''آج دُنیا ایک اضطراب اور بے چینی کا شکار ہے۔ محدود پیمانہ پر جنگوں کی آگ بھڑک رہی ہے۔ بعض جگہوں پر بڑی طاقتیں یہ دعویٰ کر رہی ہیں کہ ہم امن کے قیام کے لیے کوششیں کر رہے ہیں۔ اندیشہ یہ ہے کہ اگر عدل وانصاف کے تقاضے پورے نہ کیے گئے تو ان چھوٹی چھوٹی جنگوں کے شعلے بہت بلند ہو جائیں گے اور ساری دُنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔ اس لیے میری آپ سے یہ عاجزانہ درخواست ہے کہ دنیا کو تباہی سے بچائیں۔'' (عالمی بحران اور امن کی راہ صفحہ 11)

27 جون 2012ء کو کیپٹل ہل امریکہ میں بھی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطاب فرمایا جس میں شامل 119 ممتاز شخصیات کے اسماء بھی کتاب میں درج کیے گئے ہیں۔ اس خطاب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ''امن بین الاقوامی تعلقات میں انصاف اور مساوات سے قائم ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امن اور انصاف کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ دونوں لازم وملزوم ہیں''۔

(عالمی بحران اور امن کی راہ صفحہ 73)

اسی طرح 4 دسمبر 2012ء کو یورپین پارلیمنٹ برسلز میں خطاب میں فرمایا: ''یورپی یونین کا قیام یورپین ممالک کی ایک بہت بڑی کامیابی ہے کیونکہ یہ تمام براعظم کو متحد کرنے کا ذریعہ ہے اور آپ سب کو اس اتحاد کو برقرار رکھنے کے لیے ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرتے ہوئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ عوام الناس کی پریشانیوں اور خوف کا ہر حال میں ازالہ ہونا چاہیے۔ ایک دوسرے کے معاشرہ کے تحفظ کی خاطر ہمیں ایک دوسرے کے جائز اور منصفانہ مطالبات بخوشی قبول کرنے چاہئیں اور ہر ملک کے لوگوں کے مطالبات جائز اور منصفانہ ہی ہونے چاہئیں۔ یاد رکھیں کہ یورپ کی طاقت کا راز اس کے اسی طرح باہم ایک ہونے اور متحد رہنے میں ہے''۔ (عالمی بحران اور امن کی راہ صفحہ 93)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے دنیا کی مختلف ممتاز مذہبی اور سیاسی شخصیات کو لکھے گئے خطوط کا متن بھی درج ہے جن میں نہایت ہی پُرحکمت انداز میں تمام راہنماؤں کو ان کے ملکوں کی جغرافیائی، مذہبی اور سیاسی اہمیت کے حوالہ سے ان کے اپنے نظریات کے ذریعہ امن کے قیام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ مذکورہ کتاب کے مطالعہ سے معلومات میں ایمان افروز اضافہ اور خلافت حقہ اسلامیہ پر یقین پختہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے امام کی ان کاوشوں میں برکت عطا فرماتے ہوئے دنیا کو ان کی قدر کرنے کی توفیق دے، آمین۔

مکرم محمد کولمبس خاں صاحب، جرمنی

استرضاء

تاریخ، مفہوم اور اس کے مضرّات

فروری 2026ء کے پہلے ہفتے کے اختتام پر لندن یونیورسٹی کے تاریخی ہال میں انٹرنیشنل احمدیہ وکلاء ایسوسی ایشن کے تحت ایک سمپوزیم منعقد ہوا جس میں دنیا بھر سے آئے ہوئے کثیر تعداد میں احمدی وکلاء کے علاوہ کئی نامور دانشوروں نے شرکت کی۔ اس موقع پر سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک اہم پیغام بھی سنایا گیا جس کا پس منظر بڑی طاقتوں کی بین الاقوامی قانون سے بے اعتنائی اور بوقتِ ضرورت خلاف ورزی کے نتیجے میں امن کو لاحق خطرات سے دنیا کو آگاہ کرنا تھا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس پیغام سے متأثر ہو کر اپنے خیالات صفحہ قرطاس کے ذریعہ ہدیہ قارئین ہیں۔

بین الاقوامی قانون کی بے حرمتی جو اس صدی میں ہو چکی ہے اس پر بعض لوگ سوال اٹھا رہے ہیں کہ ''بین الاقوامی قانون ہے بھی یا نہیں''۔ اس مضمون میں اس مرض کی ابتدائی تشخیص احباب کی خدمت میں پیش ہے جسے استرضاء یا انگریزی میں Appeasement کہتے ہیں۔

انسانی تاریخ میں امن کی خواہش ہمیشہ سے ایک عظیم قدر رہی ہے۔ اقوام اور حکومتیں جنگ اور تباہی سے بچنے کے لیے مختلف طریقے اختیار کرتی رہی ہیں۔ انہی طریقوں میں ایک طریقہ استرضاء (Appeasement) بھی ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ کسی طاقتور یا جارح فریق کو راضی کرنے کے لیے اس کے بعض مطالبات مان لینا تا کہ وقتی طور پر امن قائم رہے۔ بظاہر یہ پالیسی امن پسند اور مفاہمت پر مبنی نظر آتی ہے، لیکن تاریخ نے بارہا ثابت کیا ہے کہ اگر استرضاء اصولوں اور انصاف کی بنیاد پر نہ ہو تو یہ مزید جارحیت اور تباہی کا سبب بن سکتا ہے۔

اموی دور کے مشہور فقیہ امام ماوردی (972-1058) نے اپنی کتاب الاحکام السلطانیہ میں لکھا کہ اگر کوئی شخص طاقت کے ذریعے اقتدار حاصل کر لے اور بعد میں امن قائم کر دے تو بعض حالات میں اسے حکمران تسلیم کر لیا جاتا ہے تا کہ خانہ جنگی نہ ہو۔ اور اس کے لئے ''حکومت بالقہر والغلبہ'' کی اصطلاح وضع کی گئی۔ پاکستان کی سپریم کورٹ نے Law of Necessity یعنی نظریہ ضرورت یہیں سے اخذ کر کے فوجی بغاوتوں کو جواز فراہم کیا تھا جن کے بدنتائج سے پاکستان کی ابھی تک گلوخلاصی نہیں ہو رہی۔ Appeasement جدید سیاسی اصطلاح کے طور پر خصوصاً بیسویں صدی کی یورپی سیاست سے وابستہ ہے، جب برطانیہ اور فرانس نے جرمنی کی بڑھتی ہوئی جارحیت کے مقابلے میں مفاہمتی پالیسی اختیار کی۔ اس پالیسی کے نتیجے میں دنیا کو دوسری عالمی جنگ جیسی تباہ کن جنگ کا سامنا کرنا پڑا جس میں کروڑوں جانیں ضائع ہوئیں اور نوع انسانی پر ایسا عذاب نازل ہوا جس کی پہلے مثال نہیں ملتی۔

استرضاء کا مفہوم

لغوی طور پر استرضاء عربی مادہ ''رضی'' سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں کسی کو راضی کرنا یا خوش کرنا۔ سیاسی اور سفارتی اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ کسی طاقتور فریق کے مطالبات کو مان کر اس کی ناراضی یا جارحیت کو وقتی طور پر روکنے کی کوشش کی جائے۔ سیاسیات کے ماہرین کے مطابق استرضاء دو صورتوں میں سامنے آ سکتا ہے:

1۔ تعمیری مفاہمت۔ جب فریقین باہمی سمجھوتے سے تنازع حل کریں۔

2۔ کمزور استرضاء۔ جب ایک فریق خوف یا کمزوری کی وجہ سے جارح فریق کو رعایتیں دیتا رہے۔

دوسری صورت تاریخ میں زیادہ خطرناک ثابت ہوئی ہے۔

تاریخی پس منظر

استرضاء کی پالیسی کی سب سے معروف مثال یورپ کی وہ سیاست ہے جو دوسری عالمی جنگ سے پہلے اختیار کی گئی۔ برطانیہ کے وزیر اعظم Neville Chamberlain نے جرمنی کے آمر ہٹلر کے مقابلے میں مفاہمتی رویہ اختیار کیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جرمنی کے بعض مطالبات تسلیم کر کے یورپ کو ایک اور بڑی جنگ سے بچایا جائے۔ اس کے مطابق 1938ء میں Munich Agreement ہوا جس کے تحت چیکوسلواکیہ کا ایک اہم علاقہ (Sudetenland) جرمنی کو دے دیا گیا۔

اس وقت چیمبرلین نے لندن واپس جا کر اعلان کیا کہ:

''ہم اپنے زمانے کے لیے امن لے آئے ہیں۔''

لیکن یہ امید زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔ چند ہی مہینوں بعد ہٹلر نے باقی چیکوسلواکیہ پر بھی قبضہ کر لیا اور 1939ء میں پولینڈ پر حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں جنگ عظیم دوم شروع ہو گئی۔

استرضاء کی پالیسی اختیار کرنے کے پیچھے کئی عوامل ہوتے ہیں مثلاً:

1۔ جنگ کا خوف۔ پہلی عالمی جنگ کی تباہی کے بعد یورپی ممالک ایک اور جنگ سے خوفزدہ تھے۔ لاکھوں جانوں کے ضیاع اور معاشی تباہی نے عوام کو جنگ سے بیزار کر دیا تھا۔

2۔ اقتصادی مشکلات۔ 1930ء کی دہائی میں دنیا گہرے نفسیاتی دباؤ کے اثرات سے گزر رہی تھی۔ اس وجہ سے حکومتیں جنگ کے اخراجات برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں تھیں۔

3۔ سیاسی غلط اندازہ۔ بعض مغربی رہنماؤں کو یقین تھا کہ ہٹلر کے مطالبات محدود ہیں اور اگر اسے کچھ رعایتیں دے دی جائیں تو وہ مزید مطالبات نہیں کرے گا۔ یہ اندازہ غلط ثابت ہوا۔

استرضاء کے مضرات

1۔ جارحیت کو بڑھاوا: استرضاء کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اس سے جارِح قوتوں کو مزید حوصلہ ملتا ہے۔ جب کوئی ریاست دیکھتی ہے کہ اس کے مطالبات بغیر مزاحمت کے مانے جا رہے ہیں تو وہ طاقت پکڑتی ہے اور مزید مطالبات شروع کر دیتی ہے۔

2۔ انصاف کا خاتمہ: استرضاء اکثر کمزور قوموں کے حقوق کو نظرانداز کرتا ہے۔ میونخ معاہدے میں چیکوسلواکیہ کو مذاکرات میں شامل ہی نہیں کیا گیا تھا، حالانکہ اس کی سرزمین کا فیصلہ کیا جا رہا تھا جس طرح ان دنوں وینزویلا، گرین لینڈ، غزہ اور ایران کی بابت فیصلے کیے جا رہے ہیں۔

3۔ عالمی امن کو خطرہ: وقتی طور پر استرضاء امن پیدا کر سکتا ہے، لیکن طویل مدت میں یہ امن کو مزید خطرے میں ڈال دیتا ہے۔ دوسری عالمی جنگ اس کی واضح مثال ہے جس میں کروڑوں انسان ہلاک ہوئے۔ اور انسانیت تیسری عالمی جنگ کے دھانے پر کھڑی ہوئی ہے جس کے عواقب سے طاقتور لاپرواہ ہیں۔ استرضاء اخلاقی لحاظ سے بھی ایک کمزور پالیسی ہے کیونکہ اس میں ظلم اور ناانصافی کے خلاف واضح موقف اختیار نہیں کیا جاتا۔ اور آج مہذّب کہلانے والی کئی ریاستیں استرضاء کا مظاہرہ کرتے کرتے اعانتِ جرم کی مرتکب ہو رہی ہیں۔

دوسری عالمی جنگ کے اثرات

دوسری عالمی جنگ انسانی تاریخ کی سب سے تباہ کن جنگ تھی۔ اس جنگ میں تقریباً 60ملین انسان ہلاک ہوئے، کئی شہر تباہ ہوئے، معیشتیں برباد ہوئیں اور دنیا کو ایٹمی ہتھیاروں کی ہولناک حقیقت کا سامنا کرنا پڑا۔ جنگ کے بعد عالمی رہنماؤں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جارحیت کو شروع میں ہی روکنا ضروری ہے۔ اسی سوچ کے نتیجے میں 1945ء میں اقوام متحدہ قائم کی گئی تاکہ عالمی امن کے لیے مشترکہ نظام بنایا جا سکے۔ آج اس کو بنانے والے اس کو عملاً مٹا چکے ہیں۔ آج کی بین الاقوامی سیاست میں بھی استرضاء کی بحث جاری ہے۔ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ سفارت کاری اور مفاہمت ضروری ہیں، لیکن اگر مفاہمت انصاف اور اصولوں کی قیمت پر ہو تو اس کے نتائج خطرناک ہو سکتے ہیں۔

استرضاء انسانی تاریخ میں ایک پیچیدہ سیاسی حکمت عملی رہی ہے۔ بظاہر یہ امن کے لیے اختیار کی جاتی ہے، لیکن اگر اس کا استعمال کمزوری یا خوف کی بنیاد پر کیا جائے تو یہ مزید جارحیت کو جنم دیتی ہے۔ بیسویں صدی کی تاریخ خاص طور پر دوسری عالمی جنگ اس حقیقت کی واضح مثال ہے کہ ظلم کے سامنے حد سے زیادہ مفاہمت بالآخر انسانیت کے لیے تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے۔ لہٰذا عالمی سیاست میں اصل ضرورت توازن کی ہے۔ ایسی سفارت کاری جو امن کو فروغ دے لیکن انصاف اور اصولوں کو قربان نہ کرے۔ جب امن، انصاف اور قانون ایک ساتھ قائم ہوں تو ہی انسانیت کو حقیقی سلامتی اور ترقی حاصل ہو سکتی ہے۔

علاقائی اجتماع مجلس انصاراللہ ہیسن ویسٹ

مجلس انصاراللہ علاقہ ہیسن ویسٹ کو اپنا علاقائی اجتماع 10 مئی 2026ء بمقام ناصر باغ گروس گیراؤ منعقد کرنے کی توفیق ملی جس میں مکرم مبشر احمد باجوہ صاحب کو منتظمِ اعلیٰ اور خاکسار کو سیکرٹری اجتماع کی حیثیت سے خدمت کی توفیق ملی۔ اجتماع کی تیاری کے لیے مجموعی طور پر چھ میٹنگز منعقد ہوئیں۔ 9 مئی کو بعد نمازِ عصر تمام کارکنان مقامِ اجتماع پر جمع ہوئے اور دعا کے ساتھ تیاری کا آغاز کیا گیا۔ کھیلوں کے میدان، سٹیج، نشستوں اور بینرز سمیت تمام انتظامات بروقت مکمل کیے گئے۔ اجتماع کے دن صبح آٹھ بجے رجسٹریشن اور ناشتے کا آغاز ہوا۔ مرکزی نمائندگان میں محترم ظفر احمد ناگی صاحب نائب صدر اوّل مجلس انصاراللہ جرمنی اور محترم محمد ایوب خان صاحب قائد تعلیم القرآن شامل تھے۔ صبح 9:35 پر پرچم کشائی کی تقریب منعقد ہوئی جس کے بعد دعا ہوئی۔ اجتماع کے افتتاحی اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم اور نظم سے ہوا۔ اس سال کے اجتماع کا موٹو ''الخیر کلہ فی القرآن'' تھا۔ مہمان خصوصی محترم ظفر احمد ناگی صاحب نے اسی موضوع پر خطاب فرمایا اور حاضرین کو ایمان افروز نصائح سے نوازا۔ بعدازاں علمی مقابلہ جات منعقد ہوئے جن میں تلاوت قرآن کریم، نظم، اردو اور جرمن تقاریر، تقریر فی البدیہہ اور مشاہدہ و معائنہ شامل تھے۔ دوپہر کے کھانے اور نماز ظہر کے بعد تلقینِ عمل کا پروگرام ہوا جس میں مکرم شمشاد احمد قمر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ نے ''الخیر کلہ فی القرآن'' کے موضوع پر نہایت مؤثر خطاب فرمایا۔ ورزشی مقابلہ جات میں 1000 میٹر واک، 400 میٹر دوڑ، کلائی پکڑنا، والی بال، فٹ بال اور رسہ کشی شامل تھے۔ اجتماع میں مجموعی حاضری تقریباً 380 رہی۔ اختتامی تقریب کی صدارت محترم محمد ایوب خان صاحب نے کی۔ اختتامی خطاب کے بعد نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے انصار میں انعامات تقسیم کیے گئے۔ دعا کے ساتھ اجتماع بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا، فالحمدللہ۔ (سید افتخار احمد، سیکرٹری اجتماع)

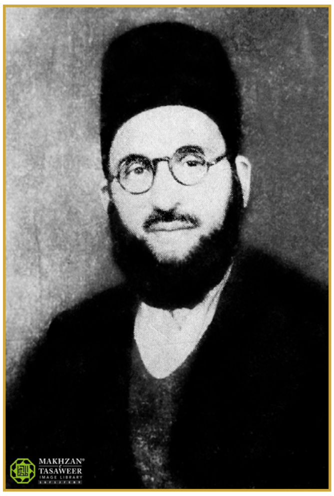

حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ

حضرت مسیح موعودؑ کے مخلص صحابہ میں حضرت ڈاکٹر سیّد عبدالستار شاہ صاحبؓ کا نام نمایاں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نیک اور صالح اولاد عطا فرمائی جن میں حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ بھی شامل تھے۔ آپ حضرت سیدہ مریم النساء بیگم صاحبہ (اُمّ طاہر) کے بھائی اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ماموں تھے۔ ابتدائی زندگی قادیان میں حضرت مسیح موعودؑ کی بابرکت صحبت میں گزری اور مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان سے تعلیم حاصل کی۔ آپ نے اپنی 78 سالہ زندگی میں سے 65 سال خدمتِ اسلام میں صَرف کیے۔ عرب ممالک میں تعلیم و تربیت، تبلیغ اور علومِ قرآن و حدیث کے میدان میں نمایاں خدمات انجام دیں اور کئی علمی یادگاریں چھوڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیرمعمولی سیاسی بصیرت اور انتظامی صلاحیتوں سے بھی نوازا تھا، جن کے ذریعے آپ نے مختلف شعبوں خصوصاً اہلِ کشمیر کے لیے قابلِ قدر خدمات سرانجام دیں۔ ان میں سے بعض کا ذکر آپ کی خود نوشت سوانح میں سے ذیل کی سطور میں کیا جاتا ہے۔

کشمیر میں غیر معمولی حالات میں خدمات

جن خطرناک حالات میں کشمیر میں کام کرتے وقت ہمیں سامنا ہوا وہ ہر کارکن جانتا ہے کہ حکومت کی طرف سے طویل جدوجہد کے اثناء میں جو جون 1931ء میں شروع ہوئی اور 1936ء کے آخر تک جاری رہی۔ ہمیں حکومتِ کشمیر کی طرف سے قدم قدم پر رکاوٹیں اور دھمکیاں دی گئیں بلکہ گرفتاری کے وارنٹ تک جاری ہوئے۔ چوہدری عزیز احمد صاحب باجوہ (موجودہ ایڈیشنل کسٹوڈین) بھی ان کارکنوں میں سے ایک تھے جن کے گرفتاری کے وارنٹ مسٹر سالسبری سپیشل آفیسر میرپور کے حکم سے صادر ہوئے اور وہ لاہور میں آ چھپے۔ انہوں نے میرپور میں کام کیا تھا وہ دشوار گزار علاقے میں پیدل سفر کر کے مظلوموں کی مدد کو وہاں پہنچے جہاں چونی لال سب انسپکٹر نے نہایت ہی گندے ظلموں کا ارتکاب کیا تھا اور رام چند ڈی آئی جی پولیس نے ظالموں کو پناہ دی اور ہمارے کارکنوں کے خلاف جھوٹے مقدمے بنائے گئے۔ اس قسم کے ظالم حکام کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے مَیں بھیجا گیا اور واپس پہنچنے کے لئے مجھے بھی جموں و کشمیر اور پونچھ میں دور و نزدیک علاقہ جات کے پیدل اور گھوڑے پر سفر کرنے پڑے۔ ظالموں کی فہرستیں تیار کیں۔ مظلوموں کے بیانات سنے اور نقشے بنائے اور ہسٹری شیٹ تیار کی۔ اسی اثناء میں ایک دن جب کہ مَیں ہاؤس بوٹ میں تھا شیخ محمد عبداللہ صاحب عصر کے بعد آئے۔ سرننگے، آواز میں گھبراہٹ تھی۔ بخشی غلام محمد صاحب ان کی حفاظت کے لئے پیچھے پیچھے تھے جو ہاؤس بوٹ کے باہر رہے۔ شیخ صاحب نے مجھ سے کہا شاہ صاحب ایک خطرناک خبر ہے۔ مَیں نے کہا مجھے معلوم ہے۔ کہنے لگے کیا؟ مَیں نے کہا ہمارے مروانے کا انتظام ہو گیا ہے۔ وہ یہ سن کر حیران ہوئے اور کہا کہ یہی خبر مَیں لایا ہوں۔ مہاراجہ کے محل کے فلاں کارکن نے بتایا ہے کہ کانگڑہ دہلی سے چار آدمی بلائے گئے ہیں اور ان کے سپرد یہ کام ہوا ہے کہ آپ کو اور مجھے مروا دیا جائے۔ مَیں نے کہا کہ اطلاع درست ہے۔ مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کو کس نے بتایا ہے۔ مَیں نے اپنے ذریعہ خبر رسانی بتانے سے معذرت کی۔ (دراصل یہ ایک کھلا بیداری کی حالت میں مکاشفہ تھا اور بلند آواز، احتیاط کرنے کی ہدایت تھی اس لئے بتانے سے ہچکچایا) انہوں نے کہا کہ کیا تجویز ہے۔ مَیں نے کہا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو اطلاع دی جانی چاہئے جو ایک آدمی کے ہاتھ بھیجنی مناسب ہے۔ چنانچہ چٹھی لکھی گئی کہ اگر ہم مارے گئے تو اس کی ذمہ داری مہاراجہ صاحب پر ہو گی اور درخواست کی کہ یہ چٹھی بینک میں محفوظ کر دی جائے۔ چنانچہ شیخ صاحب نے بھی اپنی حفاظت کا انتظام کیا اور مَیں اپنی بندوق اپنی رانوں میں لے کر سوتا۔ ہر جگہ جہاں مَیں گیا اس حالت میں شب گزارتا اور مشہور ہو گیا کہ مَیں مسلح ہوتا ہوں۔ غرض ان پُرخطر حالات میں ہمیں کام کرنا پڑا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ میری کارروائی کے نتیجے میں مندرجہ ذیل افسر برخاست ہوئے۔

1 مسٹر سالسبری سپیشل آفیسر علاقہ میرپور۔ 2۔ رام چند ڈی آئی جی۔ جبری پنشن۔ 3۔ چونی لال سب انسپکٹر پولیس۔ سزائے قید۔ یہ جیل سے بھاگ گیا تھا اور اسے دوبارہ گرفتار کرانے کے بعد سزا دلوائی گئی۔ مسٹر لاتھر آئی جی پولیس سے مَیں نے کہا یہ کام محمد دین صاحب سب انسپکٹر (احمدی) کے سپرد کیا جائے اور اس کی دوبارہ گرفتاری کا میں ذمہ لیتا ہوں۔ چنانچہ وہ گرفتار ہوا اور اس نے سزا پائی۔ 4۔ رام رتن کپور تھلوی۔ ایم اے۔ وزیر پونچھ۔ یہ بھی وزارت سے علیحدہ کئے گئے۔ 5۔ بڑو صاحب

مجسٹریٹ درجہ اول پونچھ۔ بڑو صاحب کو ملک بدر کیا گیا اور یہ قادیان حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (نوراللہ مرقدہ) سے معافی مانگنے کے لئے آئے اور روتے ہوئے آپ کے پاؤں پڑ گئے۔ اس وقت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے اور محترم (مولانا عبدالرحیم) درد صاحب حضور کے پاس بیٹھے تھے۔ 6۔ پنڈت بلکاک۔ وزیر وزارت (انت ناگ) اسلام آباد۔ جبری ریٹائرمنٹ۔ (یاڑی پورہ سے میری واپسی پر جس رات وہ مجھے اسلام آباد ملے اور اپنی غلطی کی معافی طلب کی تو اس (وقت) ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب آف موگا بھی میرے ساتھ تھے اور ان کی مضطربانہ حالت کے عینی شاہد ہیں۔ اس ملاقات کے موجب ہمارے دوست خواجہ غلام نبی گلکار تھے۔ انہوں نے مسلمانوں پر کافی مظالم توڑے تھے)

7۔ ایک انسپکٹر پولیس جس نے علاقہ ویری ناگ میں مظالم کئے تھے۔ اس کا چالان کرایا گیا اور میری موجودگی میں اس کے خلاف (مقدمہ) چلا اور تحقیق کے بعد آخر اس نے سزا پائی۔ اس کا نام میرے ذہن سے اتر گیا ہے۔ یہ مسلمان تھا۔

مظالم کی سرگزشت کا ایک اور نمونہ

علاقہ کھڑی ریاست میر پور کے تمام لوگ ظلم وستم سے تنگ آ کر جہلم میں ہجرت کر آئے تھے اور ریاست کے افسر انہیں واپس لانے میں ناکام ہو چکے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ان دنوں دہلی میں تھے۔ مَیں صورتحال سے آگاہ کرنے اور مشورہ لینے کی غرض سے دہلی گیا۔ حضور نے اس موقعہ پر مظلومین کی مدد کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ مَیں نے مسٹر سالسبری کو بذریعہ تار اطلاع کی کہ میں جہلم آ رہا ہوں اور راجہ محمد اکبر صاحب کی کوٹھی پر ٹھہروں گا۔ آپ اگر وہاں تشریف لے آئیں تو مہاجرین کی واپسی کی تدبیر سوچیں۔ کھڑی کا سارا علاقہ خالی تھا۔ فصل کھڑی تھی اور جانوروں کا کوئی نگران نہ تھا۔ نہایت ہی ابتری کا عالم تھا۔ چنانچہ مسٹر سالسبری جہلم آئے اور میں نے ان سے گفتگو کی اور شرط یہ کی کہ میری موجودگی میں مظلومین کی فریاد سنی جائے اور تحقیق کی جائے۔ چنانچہ علی وال صاحب کا بنگلہ اس غرض کے لئے مقرر ہوا اور میں نے یہ بھی شرط لگائی کہ کوئی پولیس افسر بوقت تحقیق موجود نہ رہے۔ چنانچہ مولوی ظہور حسین صاحب فاضل جہلمی یکے بعد دیگرے مظلومین کو لاری میں لاتے اور ایک ہفتہ تک واقعات کی چھان بین ہوتی رہی۔ مَیں نے اپنے کلرک کو سمجھا دیا تھا کہ ایک طرف بیٹھ کر وہ واقعات ایسے طور سے نوٹ کرے کہ کسی کو معلوم نہ ہو۔ چنانچہ مسٹر سالسبری کی بہت حد تک تسلی ہوئی اور انہیں یقین ہو گیا کہ اس علاقہ کے لوگ واقعی مظلوم ہیں جس کی تمام تر ذمہ داری رام چند ڈی آئی جی اور ڈوگرا سپرنٹنڈنٹ پر ہے جس کا نام غالباً رام رتن تھا۔ مَیں نے مہاجرین کو تسلی دی اور انہیں واپس کیا۔ دو ہفتہ تک جہلم کے مسلمانوں جن میں جماعت احمدیہ جہلم (بھی شامل تھی) نے مظلوم مہاجرین کی کھلے دل سے مدد کی۔

رپورٹ وزیر اعظم کی خدمت میں

رپورٹ مرتب کر کے مَیں نے جموں آ کر وزیر اعظم مسٹر کالون کے سامنے پیش کی۔ انہوں نے یہ رپورٹ انسپکٹر جنرل پولیس مسٹر لاتھر کو بھیجی اور جب یہ رپورٹ ان کو دی گئی تو میں ان کے پاس ہی تھا اور محمد یوسف صاحب سابق لیفٹیننٹ اپنی وردی میں ملبوس میری کرسی کے پیچھے کھڑے تھے۔ ان سے ایک عجیب حرکت صادر ہوئی۔ اگر کوئی مکھی میری طرف آتی تو اسے دور کرتے اور ایک دفعہ جھک کر میرے بوٹ سے بھی مٹی صاف کی۔ بعد میں مَیں نے پوچھا آپ نے یہ کیا حرکت کی۔ مجھے سخت شرم محسوس ہو رہی تھی۔ کہنے لگے یہ اس لئے کیا تا آئی جی پولیس کو آپ کے مقام کا علم ہو۔ اس روحِ تواضع و بےنفس کے ساتھ ہمارے کارکن محاذِ کشمیر میں کام کرتے رہے۔ مولوی ظہور احمد صاحب نے بہت محنت سے کام کیا اور اس طرح دوسروں نے بھی۔ جب مسٹر لاتھر میری رپورٹ پڑھ چکے تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں پنجاب واپس جا رہا ہوں۔ مَیں نے کہا آج جانے کا ارادہ ہے؟ کہنے لگے نہیں آپ ٹھہر جائیں۔ پرائم منسٹر، مَیں اور مسٹر جارڈین آج رات سیالکوٹ جا رہے ہیں مسٹر لیٹیمر ریذیڈنٹ جموں اور کشمیر کے ساتھ مشورہ کرنا ہے اور مسٹر سالسبری کو بذریعہ تار بلوایا گیا ہے۔ کل نتیجہ سن کر جائیں۔ چنانچہ دوسرے دن مَیں صبح اُن کے ہاں گیا۔ بتایا کہ سالسبری کو پنجاب واپس بھیجنے کا فیصلہ ہوا ہے اور رام چند ڈی۔آئی۔جی کو ریٹائرمنٹ (دے دی گئی ہے) مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کو اطلاع دی اور دوسرے دن اخباروں میں شائع ہو گیا۔ اس کے (بعد) حضور (خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہ) نے مجھے پونچھ کے مظلومین کی امداد کے لئے بھیجا۔ جہاں مسٹر جارڈین پولیٹیکل منسٹر جا رہے تھے۔ حضور نے فرمایا مظفر آباد میں مولوی عبدالواحد صاحب (مربی) جیل میں قید ہیں۔ ان کی صحت بہت گر گئی ہے انہیں آزاد کروایا جائے ان پر بھی یہ الزام لگایا گیا تھا کہ وہ پبلک میں فتنہ وفساد برپا کر رہے ہیں۔ چنانچہ پونچھ جاتے ہوئے مَیں مظفر آباد کے وزیر سے جو مسلمان تھے ملا۔ ان کا نام مجھے یاد نہیں۔ انہوں نے میرے لئے چائے کا انتظام کیا مگر مَیں نے اس بناء پر معذرت کی کہ میرا ایک عزیز جیل بھگت رہا ہے میں چائے پینا نہیں چاہتا۔ انہوں نے فائل منگوائی جس میں ان کے خلاف کچھ بھی نہ تھا۔ آخر انہوں نے مجھ سے اس ظلم کے ازالہ کا وعدہ کیا اور چائے پینے کے لئے کہا۔ اس کے بعد مَیں نے چائے پی اپنا وعدہ پورا کیا۔ اس کے بعد مَیں پونچھ گیا اور جب پونچھ سے سرینگر پہنچا تو مولوی عبدالواحد صاحب رہا ہو چکے تھے۔ ٹھاکر کرتار سنگھ۔ ریونیو منسٹر۔ وزارت سے تبادلہ۔ 9۔ محمد امین خان۔ انسپکٹر پولیس کے خلاف مقدمہ میں کامیابی اور اس کے عہدہ میں تنزلی۔

سردارانِ پونچھ کی قید و بند اور ان کی نجات کے لئے کامیاب کوشش

یہ چند ایک مثالیں ہیں جن کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے بڑی جدوجہد کرنی پڑی۔ علاقہ پونچھ میں جگہ جگہ فسادات ہوئے۔ ڈوگروں نے مسلمانوں پر ظلم توڑے اور ان کے بڑے بڑے آدمیوں کو قید میں ڈالا۔ علاقہ مینڈھر اور علاقہ سرن وغیرہ پر ڈیڑھ لاکھ سے دو لاکھ جرمانے ڈالے گئے اور جرمانوں کو وصول کرنے کے لئے مسلمانوں پر سختیاں کی گئیں۔ الزام یہ تھا کہ ان لوگوں نے بغاوت کی

ہے اور ہندوؤں کے مکانات جلا دیئے ہیں۔ ٹھکیالہ پڑاوا کے مسلمان رؤسا بھی قید میں تھے۔ سردار فتح محمد خان (کریلہ) روپوش تھے۔ ان کے اور ان کے ساتھیوں کے خلاف پھانسی کے احکام عدالت سے ہو چکے تھے اور ان کے والد اور رشتہ دار سب قید و بند میں تھے۔

چوہدری عزیز احمد صاحب باجوہ ایڈووکیٹ وغیرہ احمدی وکلاء ان کے مقدمات کی پیروی کے لئے بھیجے گئے تھے۔ مَیں بھی ان مظلومین کی مدد کے لئے بھیجا گیا۔ سب سے پہلے مَیں نے آنجہانی راجہ پونچھ (سکھ دیو) سے ملاقات کی۔ جب مَیں ملاقات کے کمرہ میں داخل ہوا تو کیا دیکھا کہ وزیر صاحب دروازے سے قریب دائیں طرف کی دیوار کے پاس کرسی پر سہمے بیٹھے ہیں اور میرے لئے پاس ہی ایک کرسی رکھی ہے اور راجہ صاحب سامنے کی دیوار کے قریب جو کافی فاصلے پر تھی، کے قریب میز لگائے کرسی پر بیٹھے ہیں۔ وزیر صاحب چاہتے تھے کہ صرف درشن کر کے مَیں واپس چلا جاؤں۔ مَیں نے اپنی کرسی اٹھائی اور مسکراتے ہوئے راجہ صاحب سے مخاطب ہوا کہ اتنی دور سے مَیں اس لئے آیا ہوں کہ قریب ہو کر آپ سے باتیں کروں تا آپ مجھے سمجھیں اور مَیں آپ کو۔ انگریزی کے الفاظ یہ تھے۔ Heart to Heart Talk۔ ان کی دائیں جانب کرسی رکھ کر ان کے قریب بیٹھ گیا۔ ان سے مصافحہ ہوا (مَیں نے سنا تھا کہ مسلمانوں سے مصافحہ کرنے سے کتراتے ہیں یا اگر مصافحہ کر لیتے تھے تو بعد میں اشنان کرتے لیکن وہ جلد ہی میرے ساتھ بہت بے تکلف ہو گئے اور میں نے ان میں کوئی ایسی ویسی بات محسوس نہ کی۔ شریف طبیعت تھے اور اس ملاقات کے ایک یا دو سال بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (نور اللہ مرقدہ) سے بھی ان کی ملاقات ہندو ہوٹل میں ہوئی تھی) بوقتِ ملاقات وزیر صاحب دور ہی وہیں کونے میں بیٹھے رہے۔ راجہ صاحب نے مجھے اجازت دی کہ مَیں خود فسادات کے مواقع دیکھوں اور حالات کی تحقیقات کروں۔ یہی میرا مقصد اس ملاقات سے تھا اور انہوں نے وزیر صاحب کو حکم دیا۔ وہ کورنش بجا لائے۔ ہم دونوں وزیر صاحب کے دفتر میں آئے۔ کیا دیکھا وہاں پُرتکلف چائے کا انتظام تھا۔ فیصلہ ہوا کہ مَیں اگلی صبح سفر پر روانہ ہوں اور وہ اس بارہ میں متعلقہ علاقہ جات کے افسران کو پروانہ بھیج دیں گے کہ میرے لئے سہولتیں بہم پہنچائی جائیں اور مجھے کہا کہ روانہ ہونے سے پہلے ان سے ملوں۔ مَیں نے اس کے لئے ان سے مدد نہیں مانگی تھی بلکہ مَیں چاہتا تھا کہ تنہا فساد زدہ علاقوں کا دورہ کروں۔ دوسری صبح جب ان کے ہاں گیا تو معلوم ہوا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور نو دس بجے جاگتے ہیں۔ یہ مَیں جانتا تھا اسی لئے عملاً صبح سویرے کا سفر اختیار کیا۔ سردار صاحب کو ساتھ بطور راہنما لیا اور عبدالرب خاں کلرک بھی میرے ساتھ تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہوا کہ ایک ہی ہفتہ میں علاقہ ٹھکیالہ پڑاوا، مینڈھر اور سرن کا دورہ مکمل کر لیا اور یہی علاقے فساد زدہ تھے۔ ٹھکیالہ پڑاوا کا سفر بہت ہی تھکا دینے والا تھا۔ راستے میں کہیں کھانے کے لیے کچھ نہ ملا۔ پہاڑی پر پگڈنڈیوں کا راستہ تھا۔ رات تاریک تھی۔ گھوڑے تھے مگر ان پر سفر محفوظ نہ تھا اور چڑھائی کی وجہ سے تکلیف دہ تھا) اور رات بارہ ایک بجے کے درمیان پیدل کریلا مقام پر پہنچا جہاں جنگل میں سردار فتح محمد صاحب روپوش تھے۔ وہ مجھے رات ہی کو ملے اور میں نے انہیں مشورہ دیا کہ یہاں سے چلے جائیں کیونکہ پھانسی کے احکام صادر ہو چکے ہیں۔ چنانچہ مَیں براستہ سرن پہاڑیوں اور ندیوں اور دیواروں کو عبور کرتا ہوا موسلا دھار بارش میں آدھی رات کو پونچھ پہنچا۔ راستے میں تین چار دفعہ کپڑے تبدیل کرنے پڑے۔ راستہ میں ندی تھی۔ مدرسہ بیسی پونچھوں کی مدد سے ندی عبور کی اور انہیں معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ ان کے جرمانے معاف کرانے اور ظالموں کو سزا دلانے کی غرض سے میرا یہ سفر ہے۔

امام جماعت احمدیہ صدر کشمیر کمیٹی کے اخلاقِ فاضلہ کا ایک نمونہ

(مَیں نے) دوسرے دن رپورٹ مرتب کی اور نقشہ جات مقامات فساد زدہ بھی تیار کئے۔ مسٹر جارڈین نے مجھے پیغام بھیجا کہ مَیں ان سے یہاں نہ ملوں۔ اسی دن وہ سرینگر چلے گئے۔ مَیں قادیان آیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (نور اللہ مرقدہ) کے سامنے رپورٹ پیش کی۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کا پہلا اخلاقی فرض یہ ہے کہ رام رتن صاحب ایم۔اے وزیر پونچھ کو خط لکھو اور ان کو اصلاحِ حال کا موقع دو اور اگر وہ اس موقع سے فائدہ نہ اٹھائیں تو پھر سرینگر جا کر حکام بالا کو صورتحال سے آگاہ کرو۔ چنانچہ مَیں نے مفصل خط لکھا جو حضور نے ملاحظہ کیا اور اس میں مناسب اصلاح فرمائی۔ خط میں انہیں ہفتہ عشرہ کی مہلت دی گئی۔ دراصل میرے نزدیک بغاوت کو ہوا دینے اور ظلم کروانے والے یہ اور بڑو صاحب تھے۔ (یہ دونوں بغاوت فرو کرنے کے بہانے سے اس لئے داد لینی چاہتے تھے کہ بڑا تیر مارا ہے) انہوں نے میرے خط کی پرواہ نہ کی بلکہ میرے خلاف کارروائی کرنے کے لیے سرینگر پہنچے۔ مَیں بھی سرینگر پہنچ گیا اور مسٹر لاٹھیہ آئی جی پولیس سے معلوم ہوا کہ میرے خلاف انہوں نے سخت رپورٹ کی ہے۔ مَیں دوسرے دن صبح، یہ معلوم کرنے کے لئے کہ وہ کس کس افسر سے ملے ہیں اور کیا باتیں کیں ہیں، ان کی کوٹھی پر چلا گیا اور باتوں باتوں میں سب کچھ معلوم کر لیا۔ اس ملاقات میں میرے ساتھ مرحوم ملک محمد حسین بیرسٹر نیروبی تھے جو ان دنوں سیر و سیاحت کے لئے سرینگر گئے ہوئے تھے۔ وزیر صاحب مجھے معانقہ کے ساتھ ملے اور اس طرح مجھے الوداع کیا (معانقہ کا مفہوم میں سمجھتا تھا) اور مجھ سے گلہ کیا کہ مَیں پونچھ کا دورہ چپکے چپکے کر آیا ہوں اور علاقے کے متعلقہ افسروں کو خدمت کا موقع نہیں دیا (میں اس خدمت کا مفہوم سمجھتا تھا) چنانچہ سرینگر میں مَیں وزیر اعظم مسٹر کالون سے ملا اور رپورٹ پیش کی اور اس کی کاپی مسٹر جارڈین پولیٹیکل وزیر کو بھی دی اور صورتحال سے انہیں پوری طرح آگاہ کیا۔ دونوں انگریز افسر میری رپورٹ سے پورے طور پر مطمئن اور متفق تھے۔ دوسرے یا تیسرے دن مجھے اطلاع ملی کہ محترم وزیر صاحب پونچھ ملازمت سے علیحدہ کئے گئے ہیں اور بڑو صاحب ریاست بدر (کئے گئے ہیں)۔ (خود نوشت حالات زندگی: حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب صفحہ 51 تا 56)

آرہا ہے اس طرف اَحرارِ یورپ کا مزاج

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے میئر ہائیڈل برگ اور ایک جرمن وفد کی ملاقات

☆ مورخہ 20 اپریل 2026ء کو اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ہائیڈل برگ کی خاتون میئر محترمہ Stefanie Jansen کو شرفِ ملاقات حاصل ہوا جس میں مکرم امیر صاحب جرمنی اور مکرم ڈاکٹر مبارک احمد چودھری صاحب ریجنل امیر باڈن بھی شامل تھے۔ موصوفہ نے مسلمان دشمنی اور نسل پرستی کا مقابلہ کرنے کے متعلق حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمتِ اقدس میں راہنمائی کی درخواست کی۔

اس پر حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسلمانوں اور بالخصوص احمدی مسلمانوں کے بنیادی مؤقف یعنی امن، محبّت اور وطن سے وفاداری کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے اور مسلمانوں میں سے جہاں تک ہم احمدی مسلمانوں کا تعلق ہے، تو ہم ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ تعلق پر یقین رکھتے ہیں اور ہم یہ فرض سمجھتے ہیں کہ ملک کا شہری ہونے کی حیثیت سے ہم اپنی تمام تر صلاحیتوں اور استعدادوں کے ساتھ ملک کی خدمت کریں اور چونکہ ہمارے ذہن میں یہ تصوّر اور عزم قائم ہے تو ہم ملک کے خلاف کچھ کر ہی نہیں سکتے۔

مزید برآں حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسلمانوں کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے مکالمے اور براہِ راست رابطے کی اہمیت پر زور دیا اور وطن سے محبّت کو اسلامی تعلیمات اور ایمان کا حصّہ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک جرمن شہری یا کسی بھی ملک کا شہری ہونے کی حیثیت سے ہم ملک سے محبّت کرتے ہیں۔ یہ ہمارے ایمان کا حصّہ ہے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وطن کی محبّت انسان کے ایمان کا حصّہ ہے تو چونکہ ہم اس ملک میں آباد ہیں، تو ہم اس ملک سے محبّت کرتے ہیں اور ملک کی بہتری کے لیے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔

حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے موجودہ عالمی حالات اور سیاسی دباؤ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے انصاف کے فقدان کے بنیادی مسئلے پر روشنی ڈالی کہ ان حالات میں بظاہر سمجھا جاتا ہے کہ آپ دوسروں کی مدد کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ یہی وہ خوف ہے، جو آپ کے چانسلر اور دیگر سیاستدانوں کو ہے کہ اگر وہ اسرائیل یا امریکہ یا کسی اور کے حق میں بات نہیں کریں گے، تو وہ زندہ نہیں رہیں گے۔ لیکن اب انہیں اس بات کا احساس ہونے لگا ہے کہ وہ ٹرمپ کے بغیر بھی زندہ رہ سکتے ہیں اور اسرائیل کے بغیر بھی۔ اسی طرح حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اصل حل انصاف اور سچائی پر مبنی نظام میں مضمر قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ صرف نسل پرستی کے خلاف ہی آواز اُٹھانی ضروری نہیں بلکہ سیاستدانوں اور عوام النّاس کو بھی یہ شعور دینا ہوگا کہ انہیں ایمانداری سے کام کرنا چاہیے اور معاشرے میں انصاف قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے نہ کہ مفاداتی سیاست کرنی چاہیے۔ (ماخوذ الفضل انٹرنیشنل 2 مئی 2026ء)

☆ 16 مئی 2026ء کو انیسویں نیشنل پیس سمپوزیم برطانیہ کا انعقاد اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں ہوا جس کے اِختتام پر جرمنی سے آمدہ وفد کو بھی حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا۔ وفد میں انٹرنیشنل پیس بیورو سے تعلق رکھنے والے جناب Reiner Braun، پروفیسر Katharine Ott اور Anja Mewes شامل تھیں۔ ان کے ہمراہ شعبہ امور خارجہ کے مکرم شرجیل احمد خالد صاحب مربی سلسلہ (متعین برلن) تھے۔ وفد کے ممبران نے بتایا کہ وہ حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تقریر سے بہت متاثر ہوئے ہیں بالخصوص اس بات پر کہ آپ نے ایٹمی ہتھیاروں کے خلاف جدوجہد پر زور دیا ہے۔ نیز انہوں نے بہت جذباتی انداز میں کہا کہ اگر ان باتوں پر عمل کیا جائے تو دنیا میں جنگوں کا خاتمہ ہو جائے اور ہر جگہ امن قائم ہو جائے۔ حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ اسلام کی اصل تعلیم امن اور سلامتی کی ہے اور اس کو پھیلانے کے لیے ہم ہمہ وقت کوشش کر رہے ہیں۔ پروفیسر Katharine Ott نے اس موقع پر درخواست کی کہ وہ اپنی تنظیم کی طرف سے امن کا ایوارڈ حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کرنا چاہتی ہیں۔ یہ ایوارڈ امن کے قیام کے لیے نمایاں کوشش کرنے والی شخصیات کو دیا جاتا ہے۔ حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت اس درخواست کو منظور فرمایا۔

(ماخوذ از This Week with Huzur 22.5.2026)

پیس سمپوزیم برطانیہ کے موقع پر جرمنی سے آمدہ وفد حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کرتے ہوئے

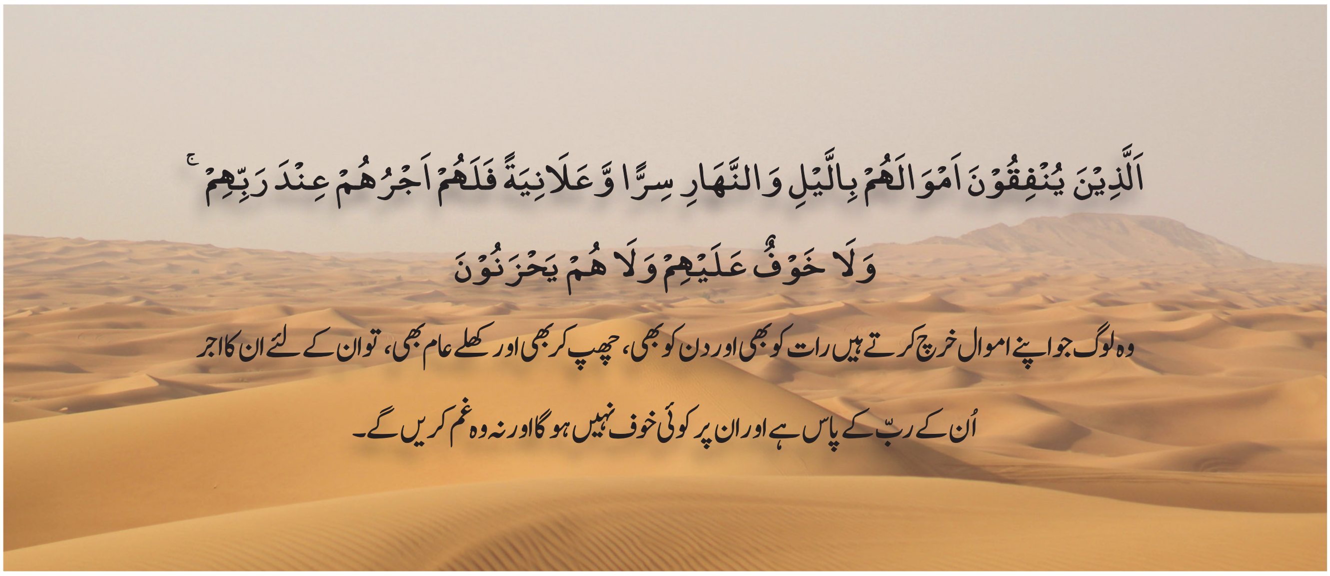

مکرم سہیل ریاض کنگ صاحب مربی سلسلہ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مالی قربانیوں کی داستان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنۡ ذَا الَّذِيۡ يُقۡرِضُ اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضۡعَافًا كَثِيۡرَةً ؕ وَاللّٰهُ يَقۡبِضُ وَيَبۡصُۜطُ ۪ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ (البقرۃ:246) کون ہے جو اللہ کو قرضہ حسنہ دے تاکہ وہ اس کے لئے اسے کئی گنا بڑھائے۔ اور اللہ (رزق) قبض بھی کر لیتا ہے اور کھول بھی دیتا ہے۔ اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حقیقت کو نہایت بصیرت افروز انداز میں بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال کا انفاق بظاہر کمی کا سبب نہیں بنتا بلکہ درحقیقت اس میں وُسعت اور برکت کا ذریعہ ہوتا ہے، چنانچہ فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جو قرض مانگتا ہے تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی ہے کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کو حاجت ہے اور وہ محتاج ہے۔ ایسا وہم کرنا بھی کفر ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جزا کے ساتھ واپس کروں گا۔ یہ ایک طریق ہے اللہ تعالیٰ جس سے فضل کرنا چاہتا ہے''۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 2 صفحہ 401، 402)

بوڈو شیفر (Bodo Schäfer) جرمن مصنّف، مالیاتی کوچ، ملینئر اور کاروباری شخصیت ہیں۔ وہ اپنی تحریروں اور لیکچرز میں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مالی کامیابی صرف زیادہ پیسہ کمانے سے حاصل نہیں ہوتی، بلکہ اس کے ساتھ بچت اور عطیہ وخیرات لازم وملزوم ہیں۔ وہ اپنی زندگی کے ایک مرحلے کا ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ ایک وقت ایسا تھا جب ان کی آمدنی تو بہت زیادہ تھی، مگر مالی فہم اور منصوبہ بندی کی کمی کی وجہ سے دولت برقرار نہیں رہتی تھی۔ آمدنی آتی، اخراجات میں صرف ہو جاتی، اور رفتہ رفتہ مالی دباؤ اور ذہنی بے چینی بڑھنے لگی۔ اسی صورت حال میں انہوں نے اُن افراد سے رہنمائی حاصل کی جو طویل عرصے سے مالی استحکام کے حامل اور امیر سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے بوڈو شیفر کو ایک اہم اصول سمجھایا:

''بچت اور عطیہ، دونوں کو اپنی زندگی کا حصہ بناؤ''۔

ابتدا میں یہ بات ان کے لیے حیران کن تھی کہ جب وسائل کم ہو رہے ہیں تو دوسروں پر خرچ کرنا یا خیرات کرنا کس طرح فائدہ مند ہو سکتا ہے۔ تاہم اُن تجربہ کار افراد کا مؤقف یہ تھا کہ دولت صرف مادی اعداد و شمار کا نام نہیں بلکہ یہ ایک توانائی ہے، مقناطیس کی طرح۔ اگر تم اسے صحیح انداز میں استعمال کرو گے، تو یہ تمہاری طرف کھچی چلی آئے گی۔ یہی بات بوڈو شیفر کو ان کے استاد (mentor) نے سمجھائی تھی کہ: اگر تم کمائی کرتے ہو تو اس کا تقریباً 10 فیصد عطیہ یا خیرات کے طور پر دیا کرو۔ یہی وہ لمحہ تھا جس نے بوڈو شیفر کی زندگی اور سوچ کو بدل دیا۔ آج وہ اسی پیغام کو دنیا کے 50 سے زائد ممالک میں اپنی کتابوں اور لیکچرز کے ذریعے پھیلا رہے ہیں، جن کی مجموعی فروخت اربوں ڈالر تک پہنچ چکی ہے۔ ان کا بنیادی پیغام یہ ہے کہ اگر تم واقعی امیر بننا چاہتے ہو تو عطیہ اور خیرات کرنا سیکھو۔ الدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ۔ اسی طرح جان ٹیمپلٹن (John Templeton) ایک بڑے ارب پتی سرمایہ کار تھے۔ وہ کہتے تھے کہ انہوں نے 19 سال کی عمر سے اپنی آمدنی کا 50 فیصد بچانا اور 10 فیصد عطیہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ ان کے مطابق یہی ان کی کامیابی کا راز تھا۔ حکمِ الٰہی بھی یہی ہے کہ وَاَنۡفِقُوۡا خَيۡرًا لِّاَنۡفُسِكُمۡ (التغابن:17) اپنے مال کو خرچ کرتے رہا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج سے 1400 سال قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم الغیب خدا سے خبر پا کر بتا دیا تھا کہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا اللہ تعالیٰ فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضۡعَافًا كَثِيۡرَةً ؕ (البقرۃ:246) اسے بڑھا چڑھا کر واپس کرے گا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ حدیثِ قدسی

بھی سنایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ أَنْفِقْ يَاابْنَ آدَمَ أُنْفِقْ عَلَيْكَ کہ اے ابن آدم! خرچ کرتا رہ، مَیں تجھے عطا کروں گا۔ (صحیح مسلم)

کہاوت ہے کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ (لوقا 6:44) رسولِ اکرمؐ نے اپنی قوّتِ قدسیہ اور تربیتِ کاملہ کے ذریعہ ایثار و قربانی کا ایسا بیج بویا جس کے نتیجے میں ایسے عظیم صحابۂ کرامؓ پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے کردار و عمل سے اسلام کے شجرِ طیبہ کو ثمر آور بنا دیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے راہِ خدا میں اپنا سارا مال قربان کر دیا تو حضرت عمر فاروقؓ نے اپنا نصف مال پیش کر کے ایثار کی وہ مثال قائم کی جو رہتی دنیا تک زندہ رہے گی۔

(ترمذی، تاریخ الخلفاء)

اسی طرح تاریخ قرونِ آخرین میں حضرت حکیم مولوی نور الدینؓ جیسے پاک نفوس کو کبھی فراموش نہیں کرے گی جنہوں نے احیائے اسلام کے لیے اپنا مال و متاع بے دریغ قربان کر دیا۔ ان اولیاء اللہ نے اپنے عمل سے یہ حقیقت واضح کر دی کہ دائمی فلاح اسی راہِ ایثار و قربانی میں مضمر ہے۔ بقولِ معروف: ''جس تن لاگے سو تن جانے'' یعنی جس شخص نے مالی قربانی کی روح اور اس کے اثرات کو عملاً محسوس کیا ہو، وہی اس کی حقیقی لذّت اور معنویت کو سمجھ سکتا ہے۔

ذیل میں رسولِ اکرم ﷺ کے صحابۂ کرامؓ کی مالی قربانی کے چند واقعات پیش کیے جائیں گے، جنہوں نے شجرہ طیبہ کے حقیقی ثمرات ہونے کا حق ادا کیا۔

1۔ ابن عساکر نے حضرت ابن عمرؓ سے تحریر کیا ہے کہ مَیں ایک روز رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہاں حضرت ابو بکرؓ بھی موجود تھے اور وہ ایک ایسی قباء پہنے ہوئے تھے جس کو انہوں نے اپنے سینہ پر کانٹوں سے لگایا ہوا تھا۔ (یعنی بٹنوں کی بجائے اس میں کانٹے لگے ہوئے تھے) اس وقت جبرائیلؑ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، یا محمدؐ! آج ابو بکرؓ اپنی قباء کو سینے پر کانٹوں سے کیوں اٹکائے ہوئے ہیں؟ حضور ﷺ نے جواباً فرمایا کہ انہوں نے اپنا تمام مال مجھ پر (اسلام کی ترقی کے لئے) خرچ کر دیا ہے۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے ان پر سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ ان سے پوچھو کہ اے ابو بکر! کیا تم ہم سے اس غربت کی حالت میں خوش ہو یا ناراض؟ یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میں اپنے ربّ سے ناراض کیسے ہو سکتا ہوں؟ مَیں تو اُس سے راضی ہوں اور بہت خوش ہوں۔ (تاریخ الخلفاء، صفحہ 50-49، ناشر نفیس اکیڈمی)

رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ ''ابو بکر کے مال نے مجھے جتنا نفع دیا، اتنا کسی کی دولت سے حاصل نہیں ہوا''۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے روتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مَیں اور میرا تمام مال آپ کا ہی ہے۔ (تاریخ الخلفاء، صفحہ 50-49، ناشر نفیس اکیڈمی)

2۔ حضرت عبدالرحمٰن بن خبابؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جیشِ عسرہ کی تیاری کے لئے صحابہ کرامؓ کو ترغیب دے رہے تھے اور مَیں بھی وہاں موجود تھا۔ حضرت عثمان ابن عفانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مَیں سو اونٹ مع پالان اور ساز و سامان اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو دوبارہ ترغیب دلانی چاہی تو حضرت عثمانؓ نے پھر عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں دو سو اونٹ مع ساز و سامان فی سبیل اللہ پیش کروں گا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے تیسری مرتبہ صحابہ کرامؓ کو ترغیب دلانی چاہی تو آپؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں لِلّٰہ تین سو اونٹ مع ساز و سامان پیش کروں گا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور فرمایا کہ ''اب کے بعد عثمان کے جرم و گناہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے''۔ (تاریخ الخلفاء، صفحہ 156، ناشر نفیس اکیڈمی)

3۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ جنہیں اذان رؤیا میں دکھائی گئی تھی، ان کے پاس جائیداد بہت قلیل تھی اور نہایت تنگی کے ساتھ بال بچوں کا پیٹ پالتے تھے لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ اسلام کے لیے مال کی ضرورت تھی جسے پورا کرنے کے لیے چندہ کی تحریک کی گئی۔ آپؓ کے پاس گو مال کی کمی تھی لیکن دل میں ایمانی حرارت موجود تھی۔ اس سے مجبور ہو کر آپ کے پاس جو کچھ بھی تھا سب کا سب خدا تعالیٰ کی راہ میں دے دیا۔ ان کے باپ نے آ کر آنحضرت ﷺ سے شکایتاً اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے ان کو بلا کر فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے تمہارا صدقہ قبول کر لیا ہے لیکن اب تمہارے باپ کی میراث کے طور پر تم کو واپس کرتا ہے۔ تم اس کو قبول کر لو۔ (معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم الاصبھانی جلد 3 صفحہ 149 بحوالہ خطبہ جمعہ 5/ اپریل 2019ء)

4۔ جب قرآنِ کریم کی آیت مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا نازل ہوئی تو ایک نوجوان صحابی حضرت ثابتؓ بن وحداح آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا خدا تعالیٰ ہم سے قرض مانگتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں، یہ سننا تھا کہ دنیوی ضرورتیں، بیوی بچوں کی فکر اور مستقبل کا خیال سب چیزیں آپ کی نظر سے اوجھل ہو گئیں اور صرف خدا اور اس کا رسول اور اس کے دین کی ضرورت سامنے رہی۔ چنانچہ آپ نے اپنا تمام مال صدقہ کر دیا۔
(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 305 بحوالہ مسلم نوجوانوں کے سنہری کارنامے)

5۔ حضرت ابو طلحہؓ کھجور کے باغات کے اعتبار سے مدینہ کے انصار میں سب سے مالدار تھے اور انہیں اپنے تمام مالوں میں مسجد نبوی کے سامنے بیرحاء کا باغ سب سے زیادہ پسند تھا۔ خود نبی کریم ﷺ بھی اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا میٹھا پانی پیتے تھے۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ تو ابو طلحہؓ اٹھے اور آ کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''تم نیکی ہرگز نہیں حاصل کر سکو گے جب تک اپنے ان مالوں میں سے نہ خرچ کرو جو تمہیں زیادہ پسند ہوں''۔ اور میرے اموال میں مجھے سب سے زیادہ پسند بیرحاء کا باغ ہے۔ مَیں اُسے اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے اس پر بڑی مسرّت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔ (صحیح بخاری)

6۔ حضرت صہیبؓ ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے، مگر ان کی زندگی غربت، بے بسی اور تکلیفوں سے بھری ہوئی تھی۔ قریشِ مکہ انہیں طرح طرح کی اذیتیں دیتے رہے، اور وہ صبر کی تصویر بنے سب کچھ سہتے رہے۔ جب ہجرت کا وقت آیا اور انہوں نے اللہ کی رضا کے لیے مکہ چھوڑنے کا ارادہ کیا تو ایک اور کڑا امتحان سامنے

آ گیا۔ مشرکین نے انہیں روک لیا اور کہا کہ تم جب یہاں آئے تھے تو بالکل خالی ہاتھ تھے، مگر اب ہمارے ساتھ رہ کر مالدار ہو چکے ہو، اس لیے تم اپنا مال و دولت ساتھ نہیں لے جاسکتے۔ یہ بات کسی عام انسان کے لیے بہت بڑا صدمہ ہوتی، مگر حضرت صہیبؓ کے دل میں ایمان کی آگ ہر چیز پر غالب تھی۔ انہوں نے کہا کہ اگر میرا سب مال لے کر بھی مجھے جانے دیا جائے تو مجھے یہ سودا قبول ہے۔ یوں انہوں نے اپنی ساری زندگی کی کمائی، اپنا سب مال و اسباب ان کے حوالے کر دیا اور ایک بے سہارا مسافر کی طرح، خالی ہاتھ ہجرت کی راہ پر چل پڑے۔ جب یہ واقعہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تک پہنچا تو آپؐ نے فرمایا: رَبِحَ صُهَيْبٌ، رَبِحَ صُهَيْبٌ یعنی صہیبؓ نے واقعی نفع پا لیا۔ (ابن حبان، کتاب إخباره صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عن مناقب الصحابة رجالهم ونسائهم بذكر أسمائهم رضوان اللّٰہ علیہم اجمعین)

7۔ حضرت امام حسنؓ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ نے تین مرتبہ اپنا آدھا آدھا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کیا۔ اور تنصیفِ مال میں اس قدر شدت سے کام لیا کہ دو جوتوں میں سے ایک جوتا بھی دے دیا۔ (اسد الغابہ جلد 2۔ ص 13 بحوالہ مسلم نوجوانوں کے سنہری کارنامے)

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صحبت میں صحابہ کرامؓ نے ایمان کی وہ شمع جلائی جس کی روشنی میں جان و مال کی قربانیاں معمول بن گئیں۔ انہوں نے ہر تکلیف کو مسکرا کر قبول کیا اور اللہ کی رضا کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد بنا لیا۔ اسی عظیم قربانی کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اعلان فرمایا: رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ یعنی اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اپنے ربّ سے راضی ہو گئے۔

حضرت مسیح موعودؑ صحابہ کرامؓ کے متعلق فرماتے ہیں:

''آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے وہ صدق و وفا کا نمونہ دکھایا جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ انہوں نے آپ کی خاطر ہر قسم کا دکھ اٹھانا سہل سمجھا یہاں تک کہ عزیز وطن چھوڑ دیا۔ اپنے املاک و اسباب اور احباب سے الگ ہو گئے''۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 336،337۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

جرمنی میں وصیت سیمینارز کا انعقاد

مکرم اکرام اللہ چیمہ صاحب، نیشنل سیکرٹری وصایا جرمنی

نیشنل شعبہ وصایا جرمنی کو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے امسال بھی جرمنی بھر میں وصیت سیمینارز منعقد کرنے کی توفیق ملی ہے اور مورخہ 26 اپریل 2026ء کو نیشنل وصیت سیمینار بذریعہ یوٹیوب چینل لائیو بھی منعقد ہوا جس کی صدارت مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت جرمنی نے کی۔ مقررین میں مکرم شمشاد احمد قمر صاحب مربی سلسلہ و پرنسپل جامعہ احمدیہ جرمنی نے ''حضرت مصلح موعودؓ کے مبارک دور میں نظامِ وصیت کا فروغ'' کے موضوع پر تقریر کی۔ مکرم حماد ہیرٹر صاحب کی تقریر کا موضوع ''نظامِ وصیت میں شمولیت اور برکاتِ الٰہی کا نزول'' تھا۔ پروگرام کے آغاز پر تلاوت قرآنِ کریم مکرم حافظ اویس احمد قمر صاحب مربی سلسلہ رسلز ہائیم نے کی۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا پاکیزہ منظوم کلام ''کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو'' عزیزم خوبا قمر صاحب نے خوش الحانی سے پڑھا۔ مقررین نے انتہائی پُراثر انداز میں اُردو اور جرمن زبان میں تقاریر کیں اور از رُوئے قرآن و حدیث اور اقتباسات از رسالہ الوصیت اور حضورِ اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نصائح کی روشنی میں احبابِ جماعت کو اس بابرکت نظام میں شمولیت کی ترغیب دلائی۔ اس کے بعد مکرم مظفر رشید صاحب حلقہ والڈورف نورڈ نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا پاکیزہ منظوم کلام ''ہمیں اُس یار سے تقویٰ عطا ہے'' پیش کیا۔ پروگرام کے اختتام پر مکرم نیشنل امیر صاحب جرمنی نے خطاب فرمایا اور دعا کروائی۔ اس پروگرام کو تقریباً 16000 مرد و خواتین نے لائیو دیکھا اور سنا۔ جرمنی کے علاوہ دیگر یورپی ممالک سے بھی احباب نے پروگرام سے استفادہ کیا۔

تمام ممکنہ ذرائع سے احبابِ جماعت کو پروگرام میں شامل ہونے کی طرف توجہ دلائی گئی۔ پروگرام کی اُردو / جرمن ترجمانی کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پروگرام کا انعقاد بہت کامیاب رہا۔ جرمنی بھر سے احبابِ جماعت کی کثیر تعداد نے پروگرام کو سراہا۔ لوکل امارت ہاناؤ کے 150 سے زائد احباب نے ہال میں بیٹھ کر پروگرام میں شرکت کی۔

یہ بھی محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ شعبہ وصایا کو امسال بھی ماہ اپریل میں جرمنی بھر کی جماعتوں میں اجلاس مجلس موصیان منعقد کروانے کی توفیق ملی، فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ شعبہ وصایا کے ساتھ غیرمعمولی تعاون کرنے اور جماعتوں میں اجلاسات منعقد کروانے پر خاکسار تمام مقامی مربیان سلسلہ کا ممنون ہے نیز محترم مشنری انچارج صاحب جرمنی کا بھی تہہ دل سے شکرگزار ہے جنہوں نے متعدد جماعتوں میں اپنے دورہ جات کے دوران نظامِ وصیت کی اہمیت سے متعلق احباب کو توجہ دلائی۔ خاکسار ان تمام مربیان کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے جنہوں نے ہماری درخواست پر جماعتوں میں اجلاس مجلس موصیان منعقد کروائے۔ ان میں مکرم مولانا محمد الیاس منیر صاحب مربی سلسلہ، مکرم مولانا سید حسن طاہر بخاری صاحب مربی سلسلہ، مکرم احمد کمال صاحب مربی سلسلہ، مکرم شاہد بٹ صاحب مربی سلسلہ اور شعبہ وصایا میں خدمت بجا لانے والے مربیان سلسلہ و کارکنان خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ لوکل امارت ہاناؤ کی انتظامیہ نے اس پروگرام کے انعقاد میں مثالی تعاون پیش کیا، فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

اللہ تعالیٰ اس پروگرام کے نیک اور دُوررس نتائج پیدا فرمائے اور ہماری حقیر کاوشوں میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

ہم احمدی انصار ہیں

کارگزاری ماہ فروری 2026ء

رپورٹ: مکرم فاروق احمد چیمہ صاحب قائد عمومی مجلس انصاراللہ جرمنی

احمدیہ لنگر

مجلس انصاراللہ جرمنی کو شعبہ ایثار کے تحت فروری 2026ء میں کل 7811 ضرورت مند افراد کو کھانا تقسیم کرنے کا موقع ملا جس میں 76 مجالس کے 336 انصار نے اپنی خدمات پیش کیں۔

ورزشی مقابلہ جات

مجلس انصار اللہ جرمنی انصار کو جسمانی طور پر فعّال رکھنے کے لیے مختلف ورزشی مقابلہ جات کا انعقاد کرتی رہتی ہے۔اس سلسلہ میں فروری میں 62 مجالس میں سپورٹس کے مختلف پروگرامز کا انعقاد ہوا جس میں صفِ اوّل کے 195 اور صفِ دوم کے 343 انصار شامل ہوئے۔

عشرہ تعلیم القرآن

مورخہ 19 تا 28 فروری 2026ء مجلس انصاراللہ جرمنی کے تحت عشرہ تعلیم القرآن منایا گیا جس میں تلاوتِ قرآن کی اہمیت اجاگر کرنے کے لیے مختلف پروگرام ترتیب دیے گئے اور رمضان کے دوران قرآن کریم کا کم از کم ایک دور مکمل کرنے کی تلقین کی گئی۔

ہفتہ تعلیم

8 تا 14 فروری 2026ء ہفتہ تعلیم کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں 145 مجالس نے اجتماعی یومِ مطالعہ کا انعقاد کیا۔ کل 1244 انصار نے مقررہ کتاب کے روزانہ کم از کم پانچ صفحات کا مطالعہ کیا۔ 72 مجالس میں روزانہ اجتماعی طور پر نماز باترجمہ کی دوہرائی کروائی گئی۔اس میں شامل ہونے والے انصار کی اوسط تعداد 632 رہی۔اس دوران نماز باترجمہ سیکھنے والے انصار کی تعداد 1116 رہی نیز 841 انصار نے کم از کم ایک نئی دُعا یاد کی۔

انصار بیٹھک

علاقہ Hessen Süd کے زون بینز ہائیم میں 15 فروری کو 65 سال سے زائد عمر کے انصار کے لئے انصار بیٹھک کے نام سے پروگرام منعقد کرنے کی توفیق ملی جس میں 30 انصار شامل ہوئے۔ پروگرام کے دوران ایک دوسرے کا تعارف حاصل کیا گیا نیز مختلف انصار نے اپنی زندگی کے یادگار واقعات نیز اشعار وغیرہ سُنائے۔ مقامی مربی سلسلہ بھی پروگرام میں شامل ہوئے اور انہوں نے بھی مختلف دلچسپ اور سبق آموز واقعات سُنائے۔

ریفریشر کورسز شعبہ جات

مجلس انصاراللہ جرمنی کی درج ذیل قیادتوں کو علاقائی سطح پر سالانہ ریفریشر کورسز کے انعقاد کی توفیق ملی۔

قیادت عمومی، قیادت تجنید، قیادت مال، آڈیٹر

ان ریفریشر کورسز کا آغاز 17 جنوری سے ہوا اور فروری میں کل 11 علاقہ جات میں ریفریشر کورسز منعقد ہوئے۔

استقبالیہ پروگرامز صفِ دوم

دوران ماہ مجلس انصار اللہ جرمنی کو صفِ دوم کے تحت مجلس انصاراللہ میں (مجلس خدام الاحمدیہ) سے نئے شامل ہونے والے انصار کے لیے علاقائی سطح پر سات استقبالیہ پروگرامز کے انعقاد کی توفیق ملی جن میں حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات پر مبنی ویڈیو اقتباسات دکھائے گئے۔ نیز محترم بشیر احمد ریحان صاحب، صدر مجلس انصاراللہ جرمنی اور محترم حافظ محمد ظفراللہ صاحب، نائب صدر صفِ دوم نے انصار کی ذمہ داریوں اور تنظیمی ڈھانچہ سے آگاہ کیا۔اس موقع پر نئے شامل ہونے والے انصار کو تحائف بھی دیئے گئے۔ پروگرامز سے قبل ان علاقوں کے زعماء مجالس کے ساتھ ان کی ذمہ داریوں کی یاددہانی کے حوالہ سے میٹنگ بھی کی گئی۔

تبلیغی سرگرمیاں

دوران ماہ کل 44 اوپن لائبریریوں میں کل 193 کتب رکھوائی گئیں۔ 669 کی تعداد میں مفت لٹریچر اور 6066 فلائرز تقسیم کئے گئے نیز انفرادی طور پر سٹال پر آنے والوں کو جماعت کا تعارف کروایا گیا۔ان پروگرامز میں صفِ اوّل کے کل 85 انصار اور صفِ دوم کے کل 109 انصار نے خدمت کی توفیق پائی۔

احمدیہ لنگر

انصار بیٹھک

مکرم مولانا منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری

قسط نمبر 2

خلافت سے کامل وفا اور اس کی مکمل اطاعت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے لیے تو خود حضرت خلیفہ اوّلؓ نے اطاعتِ خلافت کا سرٹیفکیٹ دیا ہوا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں:

''میاں محمود بالغ ہے۔ اس سے پوچھ لو کہ وہ سچا فرمانبردار ہے۔... مَیں خوب جانتا ہوں کہ وہ میرا سچا فرمانبردار ہے''۔ (اخبار بدر، 4/جولائی 1912ء صفحہ 7)

آپ کی کامل وفاداری اور فرمانبرداری کا یہ عالم تھا کہ آپ کبھی بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی اجازت کے بغیر قادیان سے باہر نہیں جایا کرتے تھے۔ اس ضمن میں ایک واقعہ پیش ہے۔ ایک دفعہ خواجہ کمال الدین صاحب نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''میاں! ہم سے غلطی ہو گئی ہے جس کا تدارک اب سوائے اس کے کچھ نظر نہیں آتا کہ ہم کسی ڈھنگ سے خلیفہ کے اختیارات کو محدود کر دیں... خلیفہ بیعت لے لیا کریں، نماز پڑھا دیا کریں، خطبۂ نکاح پڑھ کر ایجاب و قبول اور اعلانِ نکاح فرما دیا کریں یا جنازہ پڑھا دیا کریں اور بس کافی''۔ خواجہ صاحب کی بات سن کر جو تاریخی جواب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے دیا وہ اس طرح سے تھا: ''مَیں نے کہا کہ اختیارات کے فیصلہ کا وہ وقت تھا جب ابھی بیعت نہ ہوئی تھی جب حضرت خلیفہ اوّلؓ نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ بیعت کے بعد تم کو پوری پوری اطاعت کرنی ہوگی اور اس تقریر کو سن کر ہم نے بیعت کی۔ تو اب آقا کے اختیارات مقرر کرنے کا حق غلاموں کو کب سے حاصل ہوا؟'' یعنی غلاموں کو کوئی حق نہیں کہ اب اپنے امام کے اختیارات کی باتیں کریں۔ سیدھی سیدھی بات ہے: اطاعت کریں''۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو ثاقب زیروی صاحب ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

''1948ء میں وہ حضرت خلیفہ ثالثؒ کے ساتھ فرقان فورس کے رضاکاروں سے ملنے کے لیے کشمیر کے محاذ پر گئے اور مسلسل کئی دن جاگتے ہوئے گزرے۔ ایک دن نمازِ مغرب سے چند منٹ پہلے اپنے بیس کیمپ میں پہنچے، وضو کیا۔ حضرت صاحب نے نماز پڑھائی۔ جونہی سُنَن سے فارغ ہوئے تو کیمپ کے انچارج نے حضرت صاحب کو ایک طرف لے جاکر آپ کے کانوں میں حضرت مصلح موعودؓ کا کوئی پیغام پہنچایا۔ اسے سنتے ہی آپ نے وہیں سے مجھے آواز دی: ''ثاقب! آؤ، گاڑی میں بیٹھو، لاہور چلیں''۔ مجھے چونکہ ارشادِ خلافت اور اس کی اہمیت کا کچھ علم نہ تھا، مَیں نے بڑی بے تکلفی سے عرض کیا: ''حضرت! جسم تھکے ہوئے ہیں، رات بھر جاگتے رہے ہیں، اس سے پہلے ساری رات پیدل سفر میں گزری ہے، کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ چند گھنٹے آرام کر لیں پھر چل پڑیں؟ ساری رات اپنی

ہی تو ہے کر لیں گے سفر ساری رات''۔ تو آپؒ نے سنتے ہی فرمایا: ''حضور کا ارشاد ہے کہ جونہی واپس پہنچیں فوراً لاہور کے لیے روانہ ہو پڑیں، بتاؤ! اس فوری حکم کے بعد کسی قسم کے توقف کی کیا گنجائش ہے؟'' ہم چند ہی منٹوں میں لاہور کے لیے روانہ ہو پڑے۔ پھر فرمایا: ''ثاقب! تم نظم سنانا شروع کرو تا کہ میں گاڑی چلا سکوں''۔ مَیں نظم پڑھتے پڑھتے سو گیا اور آپ بھی گاڑی چلاتے چلاتے اونگھ گئے۔ جب آنکھ کھلی تو ایک بہت بڑا درخت چند گز کے فاصلے پر سامنے تھا اور ہماری کار سیدھی اس کی طرف جارہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں حادثے سے محفوظ رکھا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ ''میری تو خیر ہے، آپ کا وجود نہایت قیمتی ہے۔ بہتر ہے کہ کچھ دیر گاڑی میں ہی آرام کر لیں تا کہ باقی سفر بخیریت گزرے''۔ اس دفعہ میری درخواست قبول کر لی گئی لیکن ساتھ ہی فرمایا: ''ہم زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے کے لیے رکیں گے''۔ کہتے ہیں: میں تھک گیا تھا اور نیند سے آنکھیں بھری ہوئی تھیں۔

(ماخوذ از روزنامہ الفضل ربوہ 12 / مارچ 1983ء صفحہ 66 تا 67)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ خلافت کا بے حد احترام فرماتے اور اطاعت کے بے مثال نظارے دکھاتے رہے۔ آپ نے ایک بار بیان فرمایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے کام دیا اور حکم دیا کہ فوری طور پر مشرقی بنگال (موجودہ بنگلہ دیش) چلے جاؤ۔ پتہ کروایا تو ساری سیٹیں بک تھیں۔ بیسیوں آدمی چانس پر مجھ سے پہلے تھے۔ میں نے کہا: ''کوئی اَور جائے نہ جائے، میں ضرور جاؤں گا کیونکہ مجھے حکم آیا ہے''۔ ایئر پورٹ پر لمبی قطار تھی۔ کچھ دیر بعد اعلان ہوا کہ جہاز چلا گیا۔ لوگ چلے گئے، مگر میں وہیں کھڑا رہا، یقین تھا کہ مَیں ضرور جاؤں گا۔ اچانک ڈیسک سے آواز آئی: ''ایک مسافر کی جگہ ہے، کسی کے پاس ٹکٹ ہے تو آجائے!'' مَیں دوڑا۔ کہا: ''میرے پاس ہے!'' انہوں نے کہا: ''دوڑو! جہاز ایک مسافر کا انتظار کر رہا ہے!'' اطاعتِ امام کا یہ جذبہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس طرح تائید فرماتا ہے۔

محترم ڈاکٹر نوری صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی اطاعتِ امام کا ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت منصورہ بیگم صاحبہ (حرم خلیفۃ المسیح الثالثؒ) کی آخری بیماری کے دنوں میں اکثر حضورؒ فرماتے: ''مرزا طاہر کو بلائیں'' تو ایک مرتبہ بھی ایسا نہ ہوا کہ حضورؒ نے فرمایا ہو اور مرزا طاہر احمدؒ فوراً نہ پہنچے ہوں۔ آپ فوراً، جس حالت میں بھی ہوتے، جو وقت بھی ہوتا، آجاتے۔ باوجودیکہ کمرے میں تخت پوش اور کرسیاں موجود ہوتیں، آپ حضورؒ کے بالکل پاس آکر زمین پر چوکڑی مار کے بیٹھ جاتے، نہایت ادب سے علامات پوچھ کر دوا تجویز کرتے اور خود ڈسپنسری سے دوا بنا کر لاتے، کسی اَور کو نہ بھیجتے۔ نو دس دنوں میں کوئی تیس چالیس مرتبہ یہ منظر دیکھا گیا اور ہر مرتبہ یہی طریق کار رہا''۔

(الفضل 24 و 27 مئی 2019ء صفحہ 16، 17)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اہلیہ محترمہ (حضرت آپا جان مدّ ظلّھا العالی) بیان فرماتی ہیں کہ خلفاء کے ساتھ اطاعت آپ (حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ہمیشہ اشارہ سمجھ کر اطاعت کرتے، ہر معاملہ میں حضرت خلیفۃ المسیح کے ہر حکم کی پوری تعمیل کرتے۔ انیس بیس کا فرق بھی نہ ہونے دیتے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بیمار ہوئے، آپ نے منع فرمایا تھا کہ پاکستان سے کسی کے آنے کی ضرورت نہیں۔ مگر طبیعت کمزور تھی، فکرمندی تھی، انتہائی گرتی ہوئی حالت دیکھ کر میاں مرزا سفیر احمد صاحب نے آپ (خلیفہ خامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) کو فون کر کے عرض کیا کہ اگر آپ آجائیں تو اچھا ہے۔ چنانچہ آپ نے سفر اختیار کیا اور لندن پہنچنے کے بعد ملاقات کے لیے گئے تو حضورؒ نے دریافت فرمایا: ''کیسے آئے ہو؟'' عرض کیا: ''آپ کی طبیعت کی وجہ سے جماعت فکرمند ہے، اس لیے پوچھنے آیا ہوں''۔ حضورؒ نے فرمایا: ''حالات ایسے ہیں کہ فوراً واپس چلے جاؤ''۔ عرض کیا: ''بہت بہتر، میں فوراً واپسی کی سیٹ بک کروالیتا ہوں''۔ بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے میاں سفیر سے پوچھا: ''اس میں تو اتنا جذبۂ اطاعت ہے کہ میرے کہے بغیر آ ہی نہیں سکتا، یہ آیا کیسے؟'' تب بتایا گیا کہ فون پر بلایا گیا تھا، تو حضورؒ کو اطمینان ہوا کہ ان کی توقعات کے عین مطابق ان کا مجاہد بیٹا اطاعت کے اعلیٰ نمونے پر قائم ہے۔

حضرت مولوی عبداللہ خان صاحب رئیس کھیوا باجوہ سیالکوٹ حضرت مسیح موعودؑ کے قدیم صحابی تھے۔ اُنہیں ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے فرمایا: مولوی صاحب مَیں نہیں سمجھتا کہ کوئی چیز کرنے کی ہو اور آپ کر نہ چکے ہوں۔ اب تو حفظِ قرآن ہی باقی ہے۔ چنانچہ تقریباً 65 سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرنا شروع کیا۔ باوجود اتنی عمر ہونے کے حافظِ قرآن ہو گئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اطاعتِ عملی کے حوالے سے سرگودھا کے ایک نوجوان کا واقعہ بیان فرمایا ہے، جس نے حضورؓ کی تحریک کو سنا اور بغیر پاسپورٹ کے افغانستان چلا گیا، حکومت نے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ وہاں قیدیوں اور افسروں کو تبلیغ کرنے لگا، بعض پر اثر بھی ڈال لیا۔ آخر افسروں نے رپورٹ کی کہ یہ قید خانے میں بھی اثر پیدا کر رہا ہے۔ ملاؤں نے قتل کا فتویٰ دیا، مگر وزیر نے کہا کہ یہ انگریزی رعایا ہے ہم قتل نہیں کر سکتے۔ آخر حکومت نے اپنی حفاظت میں اس نوجوان کو ہندوستان پہنچا دیا۔ کئی ماہ بعد واپس آیا۔ حضورؓ نے کہا: ''تم نے غلطی کی۔ بہت سے ممالک تھے جہاں جا سکتے تھے اور گرفتاری کے بغیر تبلیغ کر سکتے تھے''۔ وہ فوراً بولا: ''اب آپ کوئی ملک بتا دیں میں وہاں چلا جاتا ہوں''۔ اس کی والدہ زندہ تھی میں نے کہا: ''والدہ کو ملے بغیر نہیں جانا، پہلے والدہ کو مل لو''۔ وہ تو والدہ کو ملے بغیر ہی دوسرے ملک تبلیغ کو جانے کو تیار تھا۔ آج کے زمانے میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک مجلس میں بچے کے سوال پر کہ ''کیا آپ کی خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ دوستی تھی؟'' مسکرا کر فرمایا: ''میری کیا مجال! وہ میرے خلیفہ تھے، میں ان کا دوست نہیں، ایک ادنیٰ غلام تھا''۔ پھر حضور نے خلافت سے اپنی کامل محبت، اطاعت اور فرمانبرداری پر بات کرتے ہوئے فرمایا کہ ''میرا دل خلافت کے بارے میں مضبوطی سے قائم تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو، میں آپ کی ہر بات سنوں گا اور ہر اس چیز کی کامل ترین فرمانبرداری کروں گا جو آپ مجھ سے چاہیں گے اور میں ہر وقت دوسروں سے زیادہ آپ کی عزّت اور اطاعت کروں گا۔ میرے والدین نے

میری تربیت ایسے انداز میں کی جس کا اثر پوری زندگی مجھ پر رہا''۔ (الفضل 24، 27 مئی 2019ء صفحہ 17)

جب فضلِ عمر فاؤنڈیشن کی تحریک ہوئی تو اُس وقت اس تحریک پر لبیک کہنے کے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

''ایک دن ملاقاتیں ہو رہی تھیں مجھے دفتر نے اطلاع دی کہ ایک بہت معمر مخلص احمدی آئے ہیں وہ سیڑھی نہیں چڑھ سکتے اور حقیقت یہ تھی کہ یہاں آنا بھی ایک لحاظ سے انہوں نے اپنی جان پر ظلم ہی کیا تھا چنانچہ وہ کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے کھڑے بھی نہیں ہو سکتے تھے میں نے کہا میں نیچے ان کے پاس چلا جاتا ہوں۔ خیر جب میں گیا پتہ نہیں تھا کہ وہ کیوں آئے ہیں مجھے دیکھ کر انہوں نے بڑی مشکل سے کھڑے ہونے کے لئے زور لگایا تو میں نے کہا نہیں آپ بیٹھے رہیں۔ وہ بہت معمر تھے انہوں نے بڑے پیار سے دھوتی کا ایک پلّو کھولا اور اس میں سے دو سو اور کچھ رقم نکالی اور کہنے لگے یہ میں فضل عمر فاؤنڈیشن کے لئے لے کر آیا ہوں''۔ (الفضل ربوہ 20 جون 1970ء صفحہ 5)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں ایک نوجوان کے خلافت کی ایک تحریک پر لبیک کہنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''ایک نوجوان لکھتے ہیں کہ جب آپؒ نے یورپین مراکز کی تحریک کی تو میں نے نیت کر لی کہ اس تحریک میں جس شخص کا سب سے زیادہ وعدہ ہوگا اس سے بڑھ کر وعدہ مع ادائیگی کروں گا۔ مسجد پہنچنے پر معلوم ہوا کہ ایک احمدی تاجر دوست جو یہاں مستقل رہائش پذیر ہیں انہوں نے چالیس ہزار ڈینش مارک کا وعدہ کیا ہے۔ میں نے تحقیقات کرنے کے بعد کہ اس سے بڑھ کر کسی کا وعدہ نہیں ہے چالیس ہزار پانچ سو ڈینش مارک کا وعدہ اپنے دل میں خدا تعالیٰ کے ساتھ کر لیا۔ چالیس ہزار مارک جو میرا اندوختہ ہے اور پانچ سو ان شاء اللہ اس ماہ کی تنخواہ سے مل جائیں گے۔ میں مجبور ہوں میرا قصور نہیں میرے بس کی بات نہیں۔ میں کیا کروں دشمن کی دن رات کی ذلیل حرکتوں اور کارروائیوں سے جو آپ کو تکلیف پہنچ رہی ہے میرا دل یہ کہتا ہے کہ جو مجھ سے ہو سکے وہ تو کر گزروں''۔
(خطبات طاہر جلد 3 صفحہ 372)

اس اطاعتِ خلافت میں اپنی جانیں اور مال قربان کرنے کا کبھی نہ ختم ہونے والا ایک سلسلہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتِ احمدیہ میں آج تک جاری و ساری ہے۔ 2010ء میں جب پاکستان کے شہر لاہور میں ہماری دو مساجد پر نہتے احمدیوں کو شہید کیا گیا تو اس کا ذکر کرتے ہوئے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 31 دسمبر 2010ء کے خطبہ جمعہ میں ایک ماں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''ایک طالب علم جسے دو گولیاں لگی تھیں، زخمی حالت میں جب اس نے اپنی ماں کو فون کر کے بتایا تو بہادر ماں نے کہا: ''بیٹا! میں نے تمہیں خدا کے سپرد کیا۔ اگر شہادت مقدر ہے تو جرأت سے جان خدا کے حضور پیش کرنا، کسی قسم کی بزدلی نہ دکھانا''۔ بہرحال اس بچے کو خدا نے محفوظ رکھا۔ آپریشن سے گولی نکال دی گئی۔ جس قوم کی ایسی مائیں ہوں جو اپنے بیٹوں کو شہادت کے لیے تیار کر رہی ہوں ایسی قوم کو اسلام کی خدمت سے کون روک سکتا ہے!'' (ماخوذ از خطبہ جمعہ 31 دسمبر 2010ء)

حضرت مصلح موعودؓ ایک موقع پر فرماتے ہیں:

''پس اے میرے عزیز بھائیو! جو مقاماتِ قربت تمہیں حاصل ہیں اگر انہیں قائم رکھنا چاہتے ہو اور روحانیت میں ترقی کرنا چاہتے ہو تو خلیفۂ وقت کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا کیونکہ اگر یہ دامن چھوٹا تو محمد رسول اللہ ﷺ کا دامن چھوٹ جائے گا، کیونکہ خلیفۂ وقت اپنی ذات میں کوئی شے نہیں اسے جو مقام بھی حاصل ہے وہ محمد رسول اللہ ﷺ کا دیا ہوا مقام ہے''۔
(تاریخ احمدیت جلد 24 صفحہ 613، 614)

جماعت کے اندر اطاعت و وفا کی روح کو دیکھتے ہوئے مولانا ظفر علی خان (ایڈیٹر اخبار زمیندار) نے ایک موقع پر اپنے رسالے میں یوں لکھا: ''احراریو! کان کھول کر سن لو تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن کا علم ہے۔ مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن، من، دھن اس کے ایک اشارے پر اس کے پاؤں میں نچھاور کرنے کو تیار ہے''۔ (تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 288)

اور خود حضرت مصلح موعودؓ نے بھی اپنی فرمانبردار جماعت پر اعتماد کرتے ہوئے ایک جلسے میں فرمایا:

''خدا نے مجھے وہ تلواریں بخشی ہیں جو کفر کو ایک لحظہ میں کاٹ کر رکھ دیتی ہیں۔ خدا نے مجھے وہ دل بخشے ہیں جو میری آواز پر ہر قربانی کرنے کے لیے تیار ہیں۔ میں انہیں سمندر کی گہرائیوں میں چھلانگ لگانے کے لیے کہوں تو وہ سمندر میں چھلانگ لگانے کے لیے تیار ہیں، پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرانے کے لیے کہوں تو پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرا دیں، میں انہیں جلتے تنوروں میں کود جانے کا حکم دوں تو جلتے ہوئے تنوروں میں کود کر دکھا دیں۔ اگر خودکشی حرام نہ ہوتی تو میں اس وقت یہ نمونہ دکھا سکتا تھا کہ جماعت کے سو آدمیوں کو میں اپنے پیٹ میں خنجر مار کر ہلاک ہو جانے کا حکم دیتا اور وہ سو آدمی اسی وقت اپنے پیٹ میں خنجر مار کر مر جاتے''۔
(انوار العلوم جلد 17 صفحہ 231، 232)

تو یہ توقعات خلافتِ احمدیہ ہیں ہر احمدی سے اطاعت کے حوالے سے۔ اگر ہم میں سے ہر ایک واقفِ زندگی یہ بات سمجھ لے اور خلیفۂ وقت کی اطاعت اس طرح کرنے لگے جس طرح خلیفہ اوّلؓ حضرت مسیح موعودؑ کی اطاعت کرتے تھے، جیسے فرمایا کہ نبض کی حرکت دل کی حرکت کے تابع ہے، اسی کے مطابق اطاعت کرتی ہے، اسی طرح اگر ہم میں سے ہر ایک بن جائے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے بے شمار انعامات اور افضال کے وارث ہم بن جائیں گے۔

اسی لیے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ایک موقع پر فرمایا:

''میری ساری زندگی کے تجربے کا نچوڑ یہ ہے کہ خلیفۂ وقت کی ہدایت پر اگر آپ اخلاص اور سنجیدگی کے ساتھ توجہ دیں گے خواہ آپ کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے تو آپ کے کاموں میں غیر معمولی برکت پڑے گی اور اگر آپ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیں گے تو پھر آپ کے کاموں میں سے برکت اٹھ جائے گی''۔
(خطباتِ طاہر جلد 6 صفحہ 733)

باقی صفحہ 42 پر

دلچسپ سائنسی خبریں

حقائق الاشیاء

(مرتبہ: مکرم ڈاکٹر شکیل احمد شاہد صاحب، پی ایچ ڈی بائیوکیمسٹری)

بھوک رکھ کر کھانا اور لمبی عمریں

آج کل جاپان میں ایک قدیم روایت بہت تیزی سے شہرت پا رہی ہے جس کا نام Hara hachi bu ہے۔ جاپان کے عظیم فلاسفر اور معلّم حضرت کنفیوشس کی تعلیم میں موجود اس روایت کا مرکزی خیال یہ ہے کہ آپ کھانا اُس وقت تک ہی کھائیں کہ پیٹ 80 فیصد تک بھر جائے اور جب سمجھیں کہ تقریباً بیس فیصد بھوک باقی ہے تو کھانے سے ہاتھ اٹھا لیں۔ اچھی صحت اور موٹاپے کے خلاف یہ سادہ مگر نہایت مؤثر عمل جاپانی عوام کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈائٹنگ کے استعمال سے کچھ عرصہ تک تو وزن کم کیا جا سکتا ہے تاہم جونہی ڈائٹنگ چھوڑی تو وزن بڑھ گیا۔ اس کے برعکس Hara hachi bu کو مستقل طور پر اپنایا جا سکتا ہے۔ اس سے نہ صرف یہ کہ جسم کو کم کیلوریز ملتی ہیں بلکہ معدے کو بھی اچھی طرح خوراک ہضم کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اس عادت کو مستقل اپنا کر انسان اچھی صحت برقرار رکھ سکتا ہے اور لمبی عمر پا سکتا ہے۔ اور یہ تو حقیقت ہے کہ جاپان دنیا بھر میں لمبی عمریں پانے والے ملکوں میں سے ایک ہے۔

قارئین کرام، ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا بھی ارشاد ہے کہ جب کچھ کچھ بھوک رہتی ہو تب کھانا چھوڑ دینا چاہئے۔ (ScienceDaily, 2 April 2026)

وزن کم کرنا چاہتے ہیں؟ یہ دو عادتیں اپنائیں

جو لوگ موٹاپے کا شکار ہوتے ہیں وہ عموماً ڈائٹنگ کے ذریعہ یعنی غذا کو کم کر کے وزن کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تاہم حالیہ تحقیق کے مطابق سائنسدان اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ صحتمند جسمانی وزن کے لئے صرف یہی ضروری نہیں کہ کیا کھایا جائے اور کتنا کھایا جائے، بلکہ یہ بات بھی اُتنی ہی اہم ہے کہ کس وقت کھایا جائے۔ محققین نے معلوم کیا کہ صبح سویرے ناشتہ کرنے والے اور شام کا کھانا جلد کھانے والے افراد میں موٹاپا کم پایا گیا۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ ناشتہ کو یکسر چھوڑ دینا بھی صحت کے لئے مفید نہیں۔ رات کو بھوکا رہنے کا دورانیہ جتنا لمبا ہو اتنا ہی صحت کے لئے مفید پایا گیا۔

نتیجہ: صرف دو سادہ عادتیں اپنا کر انسان اپنی صحت اور وزن پر مثبت اثر ڈال سکتا ہے۔

1۔ صبح کا ناشتہ جلد کرنا۔ 2۔ رات کا کھانا جلد کھا لینا

دیہات میں رہنے والے لوگ آج بھی بڑی حد تک اس طرزِ زندگی پر عمل کرتے ہیں، اور ہمارے بزرگ بھی انہی عادات کی وجہ سے نسبتاً بہت صحتمند زندگی گزار چکے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ دیہات میں لوگ صبح اور رات کا کھانا بہت جلد کھا لیتے ہیں۔ اس کے برعکس حالیہ دور میں ٹیکنالوجی کے بڑھتے ہوئے استعمال نے لوگوں کی روزمرہ عادات بدل دی ہیں۔ رات دیر تک جاگتے ہیں اور بھوک لگنے پر دیر سے کھانا کھاتے ہیں، جو رفتہ رفتہ صحت اور وزن پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔

بلند فشارِ خون کا قدرتی علاج

چقندر کا جوس اپنے اندر پائے جانے والے نائیٹریٹس اور آئرن کی وجہ سے انسانی صحت کے لئے بہت مفید پایا گیا ہے۔ یہ شریانوں میں خون کی ترسیل کو بہتر بنا کر دل کے دورے کے خطرے کو کم کرتا ہے۔ اسی طرح چقندر جگر کی صفائی میں، خون کی کمی دور کرنے میں اور اپنے اندر موجود آئرن کی بڑی مقدار کے باعث اُن لوگوں کے لیے جو آئرن کی کمی کا شکار ہوں، مفید پایا گیا ہے۔

سال 2025ء کے Free Radical Biology and Medicine کے شمارے میں شائع ہونے والی اس تحقیق کے مطابق چقندر کا جوس مذکورہ بالا فوائد کے ساتھ ساتھ بڑی عمر کے لوگوں میں بلند فشارِ خون (High Blood Pressure) کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ سائنسدانوں نے اپنی تحقیق سے یہ معلوم کیا کہ چقندر کا جوس انسانی منہ میں موجود بعض بیکٹیریا کو اس انداز میں متاثر کرتا ہے کہ وہ چقندر میں موجود نائٹریٹس کو نائٹرک آکسائیڈ میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ نائٹرک آکسائیڈ خون کی شریانوں کو پھیلا کر خون کے دباؤ کو کم کرتا ہے۔ تحقیق کے نتائج کے مطابق صرف دو ہفتے تک روزانہ دو گلاس چقندر کا جوس پینے سے بڑی عمر کے افراد میں بلڈ پریشر میں نمایاں کمی دیکھی گئی۔

جمیل احمد بٹ

واقعۂ کربلا

واقعۂ کربلا 10 محرم 61 ہجری (بمطابق 682ء) کو ہوا۔ اس اندوہناک حادثہ میں نواسۂ رسول ﷺ حضرت امام حسینؓ 57 سال کی عمر میں اپنے رفقاء اور اعزّہ کے ہمراہ ایک ایسی جمعیت کے ہاتھوں شہید ہو گئے جو سب مسلمان تھے اور اُس وقت کے مسلمان حکمران یزید کے حکم بردار۔

پسِ منظر: وہ شورش جس کا انجام یہ واقعۂ شہادت ہوا اس کی ابتداء تیسرے خلیفۂ راشد حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت کے چھٹے سال میں ہوئی تھی۔ اسلام جو ایک کمزور مذہبی تحریک کی شکل میں مکہ سے ظاہر ہوا تھا اور جسے 13 سال کی عمر میں انتہائی کسمپرسی کی حالت میں مکہ سے جلاوطن ہونا پڑا تھا خدائی تقدیر کے تحت چند برسوں بعد ہی فتح مکہ کے نتیجہ میں ایک نمایاں سیاسی طاقت کی شکل اختیار کر گیا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے ادوارِ خلافت میں اس طاقت میں اتنا اضافہ ہوا کہ اس نے آس پاس کی تمام بڑی حکومتوں کا خاتمہ کر دیا۔ اسلام کے اس غلبہ کے لازمی نتیجہ کے طور پر جہاں ایک بڑی تعداد میں دیگر عرب اور غیر عرب مسلمان ہوئے وہیں مخالف حکومتوں کو اس بڑھتی ہوئی طاقت کو سنجیدگی سے لینا پڑا اور مخالفانہ منصوبہ بندی کا ایک بازار گرم ہو گیا۔ نئے نئے مسلمان ہونے والے اپنی مناسب تربیت کا سامان نہ ہونے کے سبب بڑی آسانی سے ان مخالف طاقتوں کا آلۂ کار بن گئے۔ اسلام کی طاقت کا راز نظامِ خلافت تھا۔ یہ حقیقت دشمن سے اوجھل نہ تھی۔ اس لئے سازشوں کا نشانہ نمایاں طور پر بظاہر خلیفۂ وقت کا وجود لیکن درپردہ خلافت کا ادارہ تھا۔

مقامِ خلافت پر پہلا حملہ: خلیفۂ وقت کی ذات کو ایک عام سطح پر رکھ کر اعتراض کا نشانہ بنانے کا ایک واقعہ تو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہی ہوا جب آپ کے لباس پر نکتہ چینی کی گئی اور سننے والوں نے کوئی ردّعمل نہ دکھایا۔ لیکن یہ دور جنگوں کا تھا۔ اس میں اور حضرت عثمانؓ کے نصف دورِ خلافت تک دشمنوں سے محاذ آرائی نے ایک ایسا ماحول پیدا کر رکھا تھا جس میں تمام تر توجہات کا مرکز یہ حالتِ جنگ تھی۔ اس لئے یہ واقعہ محض ایک انفرادی گستاخی سے زائد کچھ نہ بن سکا۔ لیکن بعد میں حالتِ امن، خوشحالی اور غیر تربیت یافتہ مسلمان بھیڑ نے اس راہ پر مزید لوگوں کا چلنا آسان کر دیا۔

حضرت عثمانؓ سے مطالبۂ عزل: دشمنوں کا آلۂ کار بن کر کچھ مفاد پرستوں نے تیسرے خلیفۂ راشد حضرت عثمان غنیؓ پر اعتراضات کی بھرمار کر دی اور اس بات کو یہاں تک بڑھایا کہ ان سے معزولی کا مطالبہ کر دیا۔ یہ جڑ کاٹ دینے والی بات تھی۔ اسلام کی زندگی نظامِ خلافت میں تھی اس لئے خلیفۂ وقت نے بجا طور پر پورے استقلال سے اس مطالبہ کو ردّ کر دیا۔ حالات مزید بگڑ کر حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت پر منتج ہوئے۔

حضرت علیؓ کی مخالفت: حضرت عثمانؓ کے بعد بارِ خلافت حضرت علیؓ کے کندھوں پر آن پڑا۔ نظام کو ایک دھکا تو لگ ہی چکا تھا۔ دشمنوں نے اس کو بالکل ختم کرنے کی ٹھان لی۔ وہ جو حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے اصل ذمہ دار تھے بھیس بدل کر ان کی شہادت کا بدلہ لینے کے دعویدار بن گئے۔ ان سب سازشوں کا مرکزی کردار ایک یہودی منافق عبداللہ بن سبا تھا۔ سازشیوں نے اس حادثہ میں بزرگ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ملوث کرنا شروع

کر دیا حتیٰ کہ خود حضرت علیؓ کا نام بھی ذمہ داروں میں گننے لگے۔ یہ سب الزام تراشی محض جھوٹ تھی۔ کوئی صحابیٔ رسول ﷺ اس سازش میں شریک نہ تھا اور ہو بھی نہ سکتا تھا۔ وہ جنہوں نے دامنِ رسول ﷺ میں تربیت پائی ہو ایسا نہیں کر سکتے تھے۔حقیقت یہ ہے کہ سب صحابہ نے بے مثال فدائیت کا مظاہرہ کیا۔حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اس کی روشن مثال ہیں اور حضرت علیؓ تو بہت ہی تربیت یافتہ تھے۔ آپ نے تو حضرت عثمانؓ کی حفاظت کی خاطر اپنے بیٹوں حسنؓ اور حسینؓ تک کو مامور کر رکھا تھا۔

حضرت علیؓ پر اس بات کے لئے دباؤ ڈالا جانے لگا کہ وہ حضرت عثمانؓ کا قصاص لیں اور ان تمام بزرگ صحابہ کو سزاوار ٹھہرائیں جن کو یہ منافق ملزم کر رہے تھے۔اس ناجائز مطالبہ کا ماننا حضرت علیؓ کے لئے ممکن نہ تھا اور نتیجہ میں افتراق کی لکیر بڑھ کر شگاف ہو گئی۔ وہ جو حضرت علیؓ کے ساتھ تھے اپنے آپ کو شیعانِ علی (علی کے دوست) کہلانے لگے اور یوں اسلام میں سیاست کی خاطر فرقہ بازی کی بنیاد پڑی۔مسلمان باہم دست وگریبان ہو گئے۔ جنگِ جمل اور جنگِ صفین ایسی جنگیں تھیں جن میں دونوں طرف مسلمان تھے۔پھر خوارج ظاہر ہوئے جو علی الاعلان خلافت کے خاتمہ کے داعی تھے اور انجام کار ایک خارجی کے ہاتھوں ہی خلیفۂ راشد حضرت علیؓ شہید کر دیے گئے۔

حضرت حسنؓ کی خلافت سے دستبرداری: حضرت علیؓ کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ ہوئے۔انہوں نے اختلاف اور افتراق کے اس ماحول کو امن سے بدل دینے کی شدید خواہش کے تحت یہ انتہائی قدم بھی اٹھالیا کہ خلافت سے دستبردار ہو گئے اور یہ اقدام خلافتِ راشدہ دورِ اوّل کے خاتمہ کا اعلان ٹھہرا۔

خلافت سے بادشاہت: حضرت امام حسنؓ کے اس فیصلہ کے نتیجہ میں حضرت امیر معاویہؓ جو پہلے ہی شام اور مصر کے گورنر تھے پوری مسلم حکومت کے سربراہ بن گئے۔ حکومت کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے انہوں نے اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ نامزد کر دیا۔ یہ طریقِ انتخاب نیا نہ تھا اس سے قبل بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔لیکن جو بات نئی ہوئی وہ یہ تھی کہ یزید اس منصب کا اہل نہ تھا اور نیکی اور راستبازی کے لحاظ سے انتہائی پست درجہ پر تھا۔ اس بااختیار منصب پر ایک نااہل فرد کا تقرر اپنے دامن میں ان تمام خرابیوں کو لے کر آیا جو بادشاہت کا لازمہ ہیں۔حضرت امام حسینؓ نے بجا طور پر اس نظام کا حصہ بننے سے انکار کر دیا اور یزید کی بیعت نہ کی۔ اور یوں اس تنازعہ کی ابتداء ہوئی جس کا انجام آپؓ کی شہادت پر ہوا۔

حضرت امام حسنؓ اور حسینؓ کے طرزِ عمل کا اختلاف: حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے طرزِ عمل کا یہ فرق بعض کے نزدیک محلِ اعتراض ہے تاہم حضرت مسیح موعودؑ نے بطور حکم وعدل اس بارے میں یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ ''ہم تو دونوں کے ثناء خواں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ہر شخص کے جداجدا قویٰ معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت امام حسنؓ نے پسند نہ کیا کہ مسلمانوں میں خانہ جنگی بڑھے اور خون ہوں۔ انہوں نے امن پسندی کو مدِنظر رکھا اور حضرت امام حسینؓ نے پسند نہ کیا کہ فاسق فاجر کے ہاتھ پر بیعت کروں کیونکہ اس سے دین میں خرابی ہوتی ہے۔ دونوں کی نیت نیک تھی۔ اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّیَّاتِ''۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 580 نیا ایڈیشن)

حالاتِ جنگ: مدینہ سے حضرت امام حسینؓ کے کوفہ کے لئے عازمِ سفر ہونے کی وجوہات، حالاتِ سفر اور کربلا میں پیش آنے والے واقعات ایسے موضوع ہیں جن پر یوں تو تفاصیل کے انبار جمع ہیں اور ذاکر سارا سال انہیں بیان کرتے نہیں تھکتے لیکن ان میں اصل واقعات کتنے ہیں اور اضافے کس قدر، اس کا انتخاب بڑا دقّت طلب ہے۔ یہ ایزادیاں دونوں طرف سے کی گئیں۔حضرت حسینؓ سے تعلق جتانے والوں نے ان کی مظلومیت کو دوچند کرنے کے لئے اور مخالفین نے اس جھگڑے کو سیاسی رنگ دینے کے لئے۔ یہی رنگ آمیزیاں تھیں جنہوں نے ان دو انتہاؤں کو جنم دیا کہ ایک طرف تو واقعۂ کربلا اسلام کا مقصد اور نجات کا ذریعہ ٹھہرا، دوسری طرف حضرت حسینؓ کو باغی اور یزید کو ہر قسم کے تعظیمی کلمات کا مستحق بھی لکھا گیا۔

معرکۂ حق و باطل: ان دو انتہاؤں کے درمیان اصل حقیقت اتنی ہی ہے کہ یہ حق وباطل کی ایک جنگ تھی جس میں حق حضرت امام حسینؓ کے ساتھ تھا کیونکہ وہ ساری علامات ان میں پائی جاتی تھیں جو حق کی علامات ہیں جیسے:

اقلیت ہونا: حضرت امام حسینؓ کے ساتھ محض چند ساتھی تھے اور آپ کا سامنا حکومتی لشکر سے تھا۔حق ہمیشہ اقلیت میں ہوتا ہے اور اکثریت اس کی مخالف۔ قرآن کریم میں اکثریت کا یہ کردار بارہا دہرایا گیا ہے جیسا کہ اللہ نے خود آنحضرت ﷺ سے فرمایا:

وَمَاۤ اَکۡثَرُ النَّاسِ وَلَوۡ حَرَصۡتَ بِمُؤۡمِنِیۡنَ (یوسف 104)

ترجمہ: اور اکثر انسان، خواہ تو کتنا ہی چاہے، ایمان لانے والے نہیں بنیں گے۔

فتویٰ کفر و وجوب القتل: ہمیشہ کی طرح اس معرکہ میں بھی وقت کے مفتی دُنیا کی خاطر اپنے فتاویٰ کے ساتھ حق کے خلاف اور ظالم حکومت کے مددگار تھے۔جیسا کہ لکھا ہے کہ ''حضرت سیّد الشہداء... کے قتل کے محضر پر دربارِ بنی امیہ کے ایک سو قاضیوں اور مفتیوں کی مہریں لگی تھیں اور سر فہرست قاضی شریح کا نام تھا۔ کہتے ہیں کہ بصرہ کے گورنر ابنِ زیاد نے قاضی شریح کو دربار میں طلب کیا اور کہا کہ آپ حسینؓ بن علیؓ کے قتل کا فتویٰ صادر کریں۔قاضی شریح نے انکار کیا اور اپنا قلمدان اپنے سر پر دے مارا... اور اُٹھ کر اپنے گھر چلا گیا جب رات ہوئی تو ابنِ زیاد نے چند تھیلیاں زَر کی اس کے لئے بھیج دیں۔ صبح ہوئی شریح ابنِ زیاد کے پاس آیا تو ابنِ زیاد نے پھر وہی گفتگو شروع کی۔ قاضی شریح نے کہا کہ کل رات مَیں نے قتلِ حسین پر بہت غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان کا قتل کر دینا واجب ہے چونکہ انہوں نے خلیفۂ وقت پر خروج کیا ہے، لہٰذا بر بنائے دفع مفسدہ

وخارجی یہ لازم ہے۔ پھر قلم اٹھایا اور فرزندِ رسول ﷺ کے قتل کا فیصلہ اس مضمون کا لکھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے نزدیک ثابت ہو گیا ہے حسین ابنِ علی دینِ رسول ﷺ سے خارج ہو گیا ہے لہٰذا وہ واجب القتل ہے۔''

(جواہر الکلام از آقائی حاجی مرزا حسن صفحہ 88 مطبع علمی تبریز ایران)

طاقتور دشمن اور عافیت کوش عوام: حکومت سیاست کار مفتیوں کی حمایت کے ساتھ حضرت امام حسینؓ کی مخالف تھی اور اس طاقتور دشمن سے خائف وہ عام مسلمان جو خواہ دل میں حضرت حسینؓ کے حامی ہوں، عملاً کچھ کرنے کے روادار نہ تھے۔ یہ بھی حق پر ہونے والی جماعتوں میں عام ہے۔ خواہ رومی حکومت اور یہودی فریسیوں کا گٹھ جوڑ ہو یا سردارانِ قریش اور خانۂ کعبہ کے متولیوں کا اکٹھ۔ سچ کو ہمیشہ اپنی کمزور حالت کے ساتھ ان بڑے دشمنوں اور طاقت کے سامنے سرنگوں عوام کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

بےخوفی اور بے جگری کے ساتھ مال و جان کی قربانی: ان مخالف حالات میں نتیجہ مال وجان کی قربانی کی صورت میں ہی نکلتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ سولی پر لٹکائے گئے اور اوّلین مسلمانوں کو کفارِ مکہ کے مظالم سہہ کر تکالیف اٹھانی اور جانیں دینی پڑیں۔ حضرت امام حسینؓ کے وقت بھی ایسا ہی پیش آیا اور بجز ایک کے سب ہمراہی مردوں کو راہِ حق میں قربان ہونا پڑا۔

انجام کار کامیابی: اور اس سب کا نتیجہ بھی ہمیشہ کی طرح نکلا، ریاست کی طاقت، فریسیوں اور مفتیوں کی دین فروشی، جمہور کا منافقانہ طور پر چپ سادھ رہنا سب رائیگاں گیا۔ اپنے وقت کے یہ سب زندہ اور طاقتور ہمیشہ کے لئے موت کے اندھیروں میں ڈوب گئے اور وہ جو خاک وخون میں لتھڑے گئے، ہمیشہ کی زندگی پا گئے۔

آج کوئی نہیں جو اپنے آپ کو ان ظالموں سے منسوب کرتا ہو جبکہ حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کے زندہ ہونے پر زمانہ گواہ ہے، کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے

حضرت امام حسینؓ کا عالی مرتبہ: ہم حضرت امام حسینؓ کو بزرگ گردانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے جیسے کہ فرمایا:

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 645)

ترجمہ از حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ: میرے جان ودل محمد ﷺ کے جمال پر فدا ہیں اور میری خاک آلِ محمد ﷺ کے کوچے پر قربان ہے۔

''حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھا اور بلاشبہ وہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہے اور ایک ذرّہ کینہ رکھنا اس سے موجبِ سلبِ ایمان ہے اور اس امام کی تقویٰ اور محبتِ الٰہی اور صبر واستقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے... تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے... یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں... دنیا کی آنکھ وہ شناخت نہیں کر سکتی... یہی وجہ حسینؓ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانے میں محبت کی تا حسینؓ سے محبت کی جاتی''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 654 نیا ایڈیشن)

حضرت امام حسینؓ کی یاد: تاہم ان کی یاد کو منانے کے لئے سینہ کوبی، مرثیہ گوئی، ماتم، تعزیے، نذر ونیاز کو ہم درست دینی تعلیم سے ماورا، وقتی اور آسان راہ جانتے ہیں۔ اور ان کی جگہ حضرت حسینؓ کی یاد منانے کا بہترین طریق ان کے اُسوہ کی پیروی گردانتے ہیں بلکہ آج ہم ہی ہیں جو اس قربانی کو عملاً زندہ کئے ہوئے ہیں۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے ہر آن مال، وقت اور عزّت کی قربانیاں دیتے چلے جانا اور جب وقت پڑے تو اسی استقامت سے جان بھی نذر کر دینا ہماری روشن وتابندہ روایت ہے۔ اسی طرح سچائی پر قائم رہنے کے جرم پر مقدمات اور قید وبند کی صعوبتوں کو پوری ہمت اور بہادری سے برداشت کرتے چلے جانا ہمارا طریق ہے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ سچائی کی راہ کٹھن ہوتی ہے اور حق کے لیے قربانی دینے کو تیار اور آمادہ رہنا ہی اس کا تقاضا ہے جیسا کہ ہمیں یہ درس دیا گیا ہے ؎

یہ عشق ووفا کے کھیت کبھی خوں سینچے بغیر نہ پنپیں گے

واقعۂ کربلا کے سبق: اس واقعہ سے ہم جو سبق سیکھتے ہیں وہ ظاہری طور پر دو ہیں:

پہلا سبق: جادۂ حق میں استقامت: حق اور سچائی کی خاطر مشکلات ومصائب کو پوری استقامت اور استقلال سے برداشت کرنا اور اس کی خاطر جان سمیت ہر شے کو قربان کرنے کے لئے آمادہ اور تیار رہنا واقعۂ کربلا کا پہلا سبق ہے۔ یہ ظلم وزیادتی جماعت کا مقسوم تھی جس کا ذکر حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت امام حسینؓ کے حوالے سے یوں فرمایا:

کربلائے است سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 477)

ترجمہ از حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ: میری ہر آن کی سیر ایک کربلا ہے، سینکڑوں حسینؓ میرے گریبان کے اندر ہیں۔

ظاہر بین نگاہوں نے اس شعر کو محلِ اعتراض جانا ہے جبکہ اصل میں تو یہ دین کی محبت میں تڑپتے دل کی اس راہ میں درپیش مشکلات ومصائب کی اس کیفیت کا اظہار تھا جس میں حضرت مسیح موعودؑ کے شب وروز گزرے۔ ساتھ ہی اس میں یہ پیش خبری تھی کہ آپ کی جماعت کو بھی بار بار کربلا کے سے حالات سے دوچار ہونا پڑے گا اور آپ کے سینکڑوں ماننے والوں کو حضرت امام حسینؓ کے سے انجام سے دوچار ہونا ہوگا۔ پس اس واقعہ کا پہلا سبق نامساعد حالات پر کامل استقامت دکھانا اور ہر قسم کی قربانیاں کرتے چلے جانا ہے۔

آنے والی کل ہماری ہے: ضمنی طور پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آج کربلا کی تاریخ گویا اپنے آپ

باقی صفحہ 46 پر

آگے بڑھتے رہو دم بدم دوستو

مورفیلڈن والڈورف

اللہ تعالیٰ کے فضل سے 2 مئی بروز ہفتہ مورفیلڈن والڈورف کے ریلوے اسٹیشن پر تبلیغی سٹینڈ لگایا گیا جو صبح 11 بجے سے شام 4 بجے تک جاری رہا۔ اس دوران 100 سے زائد افراد کو فلائرز اور تعارفی لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ سٹال پر آنے والے متعدد افراد نے جماعت کے پیغام اور مثبت سرگرمیوں میں اپنی دلچسپی ظاہر کی۔ اس اسٹال پر دس سے زائد احباب نے اپنی رضاکارانہ خدمات پیش کیں۔ نیز ایک جرمن غیر مسلم نے بھی نہایت خلوص کے ساتھ ہمارا ساتھ دیا۔ 9 مئی کو مورفیلڈن کے ریلوے اسٹیشن کے قریب Tizianplatz میں ایک میلہ لگا جس میں شہر کی مختلف تنظیموں نے بھی شرکت کی۔ اس میلہ میں مختلف کھیلوں کے علاوہ دیگر تفریحی سرگرمیوں کا بھی اہتمام کیا گیا تھا جن میں کھانے پینے کے اسٹالز بھی شامل تھے۔ جماعت مورفیلڈن کی طرف سے بھی شرکت کی گئی اور ایک کھانے کا سٹال لگا گیا جس کے ساتھ ایک خصوصی سٹال کیلیگرافی کا لگایا گیا۔ اس سٹال پر زائرین نے بہت دلچسپی ظاہر کی۔ جماعتی اسٹالز کو دیکھنے والوں میں ریڈ کراس کے نمائندگان بھی شامل تھے جنہوں نے اپنی انسٹاگرام ویڈیو میں جماعت کے سٹالز کو بھی نمایاں کیا۔ جماعت کے کھانے کے اسٹال پر اشیاء کی اگرچہ کوئی قیمت نہیں تھی تاہم لوگوں نے رضاکارانہ طور پر 100 یورو دیے۔ دونوں سٹالز پر بیس احباب نے مختلف ڈیوٹیاں سرانجام دیں، فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

(منور علی شاہد، نمائندہ خصوصی اخبار احمدیہ جرمنی)

بادمیرین برگ

امسال مارچ میں خاکسار کو بہت سی تقریبات میں سیاسی نمائندگان سے ملاقاتوں کا موقع ملا۔ ایک ملاقات جناب گورڈن شنائیڈر سے ہوئی، جو رائن لینڈ فالز میں وزیرِ اعلیٰ کے عہدے کے لیے CDU کے امیدوار ہیں۔ ملاقات میں جماعتی سرگرمیوں کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ آپ نے جماعتی کاوشوں میں گہری دلچسپی ظاہر کی اور علاقے میں ہمارے کام کے بارے میں مزید جان کر خوشی کا اظہار کیا۔ ایک ملاقات جناب الیگزینڈر شوائٹزر کے ساتھ ہوئی جنہوں نے تقریبات میں ہماری شرکت کو بہت سراہا اور بادمیرین برگ میں ہماری خدمات کی تعریف کی۔ Montabaur میں ایف ڈی پی کی ایک تقریب میں بھی شرکت کی گئی جس کا اہتمام یاناگراف نے کیا تھا۔ تقریب میں یورپی پارلیمنٹ کی رکن سوینیا ہان بھی شریک ہوئیں جنہیں تحفہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کتاب عالمی بحران اور امن کی راہ اور مقامی شہد دیا گیا۔ ایک اور ملاقات نئے میئر ماروِن کراوس کے ساتھ ہوئی جس میں مکرم طلال احمد صاحب مربی سلسلہ اور جماعت کے دیگر نمائندگان بھی شامل تھے۔ مسٹر کراوس پہلے ہی جماعت کے بارے میں کافی معلومات رکھتے تھے اور انہوں نے ہمارے کام کو بہت سراہا۔

ماہ اپریل کے دوران سی ڈی یو کی ممبر Jenny Groß اور Jannick Pape نیز SPD کی ممبر Lana Horstman سے ملاقاتوں میں سماجی، سیاسی اور بین المذاہب موضوعات پر گفتگو کی گئی۔ نیز جلسہ سالانہ جرمنی 2026ء میں شرکت کے لیے دعوت نامے بھی دیے گئے۔ تمام ملاقاتیں نہایت خوشگوار، مثبت اور احترام کے ماحول میں ہوئیں۔ سیاستدانوں نے جماعت بادمیرین برگ اور جماعت احمدیہ جرمنی کی خدمات، امن کے پیغام کو بہت سراہا اور مثبت تاثرات کا اظہار کیا۔

مؤرخہ 18 تا 21 مئی 2026ء بیت القدوس بادمیرین برگ میں اسلام اور سائنس نمائش کا انعقاد ہوا۔ متعدد مہمانوں اور شرکاء نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مذہب، سائنس اور سماجی ترقی کے باہمی تعلق کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ تقریب کے آغاز میں SPD کے نمائندہ جناب Björn Scheyer نے اپنے خطاب میں معاشرے میں مکالمے، باہمی احترام اور مختلف طبقات کے درمیان روابط کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد مکرم انصر احمد صاحب مربی سلسلہ نے خطاب کیا جس میں انہوں نے اسلام اور سائنس کے درمیان تعلق کو مؤثر انداز میں بیان کیا۔ آپ نے خاص طور پر اسلام میں علم، تعلیم اور تحقیق کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور واضح کیا کہ سائنسی ترقی اور مذہبی اقدار ایک دوسرے کی مخالف نہیں بلکہ ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں۔ تقریب کا بنیادی مقصد یہ اجاگر کرنا تھا کہ اسلام میں علم اور سائنسی تحقیق کو کس قدر اہم مقام حاصل ہے۔ شرکاء کو تاریخی پس منظر، مسلمان سائنسدانوں کی خدمات اور انسانی ترقی میں علم کے کردار کے بارے میں معلومات فراہم کی گئیں۔ شرکاء نے بہت مثبت تاثرات کا اظہار کیا جس نے ایک بار پھر ثابت کیا کہ اس نوعیت کی تقریبات معاشرے میں مکالمے اور باہمی احترام کے فروغ میں نہایت اہم کردار ادا کرتی ہیں اور مختلف طبقات کے درمیان ہم آہنگی اور باہمی سمجھ بوجھ کو فروغ دیتی ہیں۔ (خواجہ مظفر احمد، سیکرٹری امور خارجہ بادمیرین برگ)

Mörfelden-Walldorf

Bad Marienberg

امام وقت کی آواز

مرتبہ: مکرم سید سعادت احمد صاحب

سب سخن کے جام بھرتے ہیں اِسی سرکار سے

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے مجالسِ عرفان اور خطوط میں دیے گئے علمی و تنظیمی سوالات کے جوابات میں سے انتخاب

☆ مؤرخہ 28 مارچ کو فن لینڈ کی لجنہ اور ناصرات کے ایک وفد نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کی جس میں ایک بچی نے ذکر کیا کہ اس کے والدین اسے سوشل میڈیا یا میسیجنگ ایپس استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور اسے موسیقی سننے سے بھی منع کرتے ہیں۔ اِس معاملہ میں اُس نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے راہنمائی مانگی۔

اس پر حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے انتہائی پُرشفقت انداز میں والدین کی ان ہدایات کو بچوں کی بھلائی کے لیے بہتر قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ ماں باپ بہت اچھا کرتے ہیں۔ اب تو گورنمنٹ نے بھی پابندی لگا دی ہے، آسٹریلیا میں بھی انہوں نے سوشل میڈیا پر جانے پر پابندی اور بچوں کے لیے سکرین ٹائم لگا دیا ہے۔ حضورِ انور نے وقت کے ضیاع سے بچنے اور اسے بہترین انداز میں استعمال کرنے کے مفید ذرائع کی جانب توجہ مبذول کرواتے ہوئے فرمایا کہ اس لیے میوزک سننا اور واٹس ایپ پر سہیلیوں سے چیٹ کرنا وقت ضائع کرنا ہے۔ تم نے اگر کچھ کرنا ہے تو ایم ٹی اے پر اچھے پروگرام آتے ہیں، وہ تم دیکھا کرو۔ بچوں کے اچھے پروگرام ہوتے ہیں، وہ دیکھا کرو، ڈاکومنٹری کوئی ہوتی ہے تو وہ دیکھا کرو۔ کتابیں پڑھا کرو۔ قرآن پڑھا کرو۔ پانچ نمازیں پڑھا کرو۔ تمہیں سہیلیوں سے chat کرنے، واٹس ایپ پر وقت ضائع کرنے اور میوزک سننے کا وقت ہی نہیں ملے گا۔ جواب کے آخر میں حضورِ انور نے اس اَمر کا اعادہ فرمایا کہ یہ ماں باپ تمہارے لیے اچھا کر رہے ہیں جو کر رہے ہیں، اس لیے تم سہیلیوں کو نہ دیکھو۔ تم سہیلیوں کے سامنے بجائے ان کے پیچھے چلنے کے خود example بنو۔

☆ اسی ملاقات میں ایک ناصرہ نے عرض کیا کہ وہ سکول میں لمبی قمیض اور سکارف پہنتی ہے، لیکن اس کی کلاس فیلوز اس کے کپڑوں کی وجہ سے مذاق اُڑاتی ہیں اور اس سے دُور رہتی ہیں۔ اس حوالے سے راہنمائی کی درخواست ہے کہ ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟

اس پر حضورِ انور نے ناصرہ سے اس کی عمر دریافت فرمائی تو اس نے عرض کیا کہ وہ نو سال کی ہے۔ پھر

حضورِانور نے مزید دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے سکول یونیفارم میں لمبی قمیض allow ہے؟ تو ناصرہ نے عرض کیا کہ سکول کا یونیفارم نہیں ہے۔ یہ سماعت فرما کر حضورِانور نے موزوں لباس کی بابت عملی ہدایات سے نوازا کہ تم قمیض ایسی پہنا کرو کہ جو تمہارے گھٹنوں تک ہو اور ٹائٹس پہن لیا کرو۔ شلوار نہ پہنا کرو بلکہ ٹائٹس پہن لیا کرو۔ وہ تم پہن کے جا سکتی ہو اور گھٹنوں تک قمیض ہو۔ پھر کوئی تمہارا مذاق نہیں اُڑائے گا۔ حضورِانور نے دوسروں کے ردّعمل سے اعتماد کے ساتھ نمٹنے کی اہمیت کو اُجاگر کرتے ہوئے فرمایا کہ تم کہو کہ یہ میرا لباس ہے۔ اس میں تمہیں کوئی complex نہیں ہونا چاہیے۔ کہو کہ تم نے اپنا لباس پہنا ہوا ہے، تمہیں وہ اچھا لگتا ہے اور مَیں نے یہ پہنا ہے، کیونکہ مجھے یہ اچھا لگتا ہے۔ تو لوگوں کو مذاق اُڑانے کی عادت ہے۔ ان سے کہو کہ ہمارے ہاں تو یہی رواج ہے کہ ہم اپنی پسند کے کپڑے پہنتے ہیں، مجھے کسی نے مجبور نہیں کیا، مجھے اماں ابّا نے یہ نہیں کہا کہ تم نے ضرور لمبی قمیض پہننی ہے۔ بعدازاں حضورِانور نے اس تاکید کا اعادہ فرمایا کہ ہاں! گھٹنوں تک قمیض ہونی چاہیے، گھٹنوں تک تمہاری قمیض ہو تو وہی کافی ہے اور ٹائٹس بھی پہنی ہوں تو ٹھیک ہے۔ ضروری نہیں شلوار پہنو یا سکول میں ٹراؤزر پہن کے بھی جا سکتی ہو۔ تو تمہیں کوئی نہیں چھیڑے گا کہ جب تم نے ٹراؤزر پہنا ہو گا یا گھٹنوں تک قمیض پہنی ہو گی تو کون چھیڑے گا؟

مزید برآں حضورِانور نے احساسِ کمتری سے احتراز برتتے ہوئے خوداعتمادی کے ساتھ لباس کے حوالے سے اپنے مؤقف پر قائم رہنے اور اچھی دوستیاں بنانے کی بابت توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ بتاؤ کہ یہ میرا لباس ہے اور تم نے جو لباس پہنا ہوا ہے، مَیں تمہارے پر اعتراض نہیں کرتی، تم اپنی مرضی سے پہنتی ہو تو مجھے بھی اپنی مرضی سے پہننے دو اور ان کی باتیں سُن کے ہنس کے ٹال دیا کرو۔ اور جو ان میں سے کچھ اچھی اچھی لڑکیاں ہیں، ان کو اپنی دوست بناؤ۔ اچھی لڑکیاں بھی ہوں گی۔ ساری بُری مذاق اُڑانے والی تو نہیں ہوتیں۔ جو اچھی ایک دو ہوں، ان کو اپنا دوست بناؤ۔ وہ پھر تمہارے لیے خود ہی ان کو جواب دے دیں گی۔ جواب کے آخر میں حضورِانور نے احمدی مسلمان ہونے کے ناطے ایمان اور عقیدے کی روشنی میں مضبوط عزم و ہمت کا مظاہرہ کرنے پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ complex کی ضرورت نہیں۔ احمدی کو مضبوط ہونا چاہیے۔ تم احمدی ہو، اللہ میاں پر یقین ہے، تم مانتی ہو کہ مسلمان سچے ہیں، اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اللہ تعالیٰ اچھی باتیں پسند کرتا ہے، تو مَیں اس لیے یہ کام کرتی ہوں، اس لیے کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

☆ مؤرخہ 29 مارچ 2026ء کو امریکہ اور کینیڈا سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹرز اور طبّی ماہرین کے ایک وفد نے حضورِانور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کا شرف حاصل کیا جس میں ایک خاتون نے اس حوالے سے راہنمائی کی درخواست کی کہ سائیکالوجسٹ کے طور پر میرا تجربہ یہ ہے کہ ہماری کمیونٹی کے لوگ اب بھی جذباتی یا نفسیاتی مسائل کے بارے میں بات کرنے میں ہچکچاتے ہیں۔

اس پر حضورِانور نے دریافت فرمایا کہ زیادہ open نہیں ہوتے، بتاتے نہیں اور شرم محسوس کرتے ہیں؟ اثبات میں جواب سماعت فرما کر حضورِانور نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ لیکن بعض بالکل ہی بے شرم ہوتے ہیں۔ حضورِانور کے اس برجستہ تبصرے پر تمام شاملینِ مجلس بھی مسکرا دیے۔ حضورِانور نے لوگوں کے مسائل کھل کر بیان نہ کرنے اور بات کرنے میں پائے جانے والے عدمِ اعتماد کی نشاندہی کرتے ہوئے، اعتماد پیدا کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ دونوں طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ دونوں طرح ہی کی categories ہیں۔ مجھے تو لکھتے ہیں، بعض دفعہ بالکل کھل کے لکھنے والے بھی ہیں اور بعض اس لیے نہیں ہوتے کہ ان کا خیال ہے کہ پاکستانی ڈاکٹر کے پاس جائیں گے، تو ان کو باتیں کرنے کی عادت ہے، اپنے رشتہ داروں کو، بہن کو، بھائی کو، ماں کو، یا میرے کسی دوست کے ساتھ بات نہ کر لے۔ تو اس لیے وہ hesitate کرتے ہیں۔ تو اگر آپ ان میں confidence پیدا کر دیں کہ تم میرے سے بات کرو، تمہارا secret، secret ہی رہے گا، تو پھر وہ بتاتے ہیں۔ حضورِانور نے ایک ماہرِنفسیات کے بنیادی فرض کی جانب توجہ مبذول کرواتے ہوئے فرمایا کہ ایک psychiatrist کا تو کام یہی ہے کہ اس کو چھپا کے رکھے، یہ نہیں کہ ہر ایک سے بات کرتا پھرے۔ تو یہ تو ان لوگوں میں confidence build کرنے والی بات ہے۔ جب وہ ہو جائے گا تو ٹھیک ہے۔ مزید برآں حضورِانور نے لوگوں میں پائے جانے والے اس عمومی رجحان کا بھی تذکرہ فرمایا کہ وہ پسند کرتے ہیں کہ ہم کسی غیر کے پاس جائیں اور انگریز کے پاس جائیں، کینیڈین کے پاس جائیں تو وہاں language barrier آ جاتا ہے وہ پوری طرح express نہیں کر سکتے۔ سکھوں کے پاس جائیں تو ان سے تھوڑا بہت بیان ہو سکتا ہے، لیکن وہاں بھی ان کو خطرہ ہوتا ہے کہ کوئی کسی واقفِ کار احمدی سے ذکر نہ کر دے۔ اسی طرح حضورِانور نے بعض ماہرینِ نفسیات کے غلط رویّے کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی مذہبی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے شعبے بعض دفعہ psychiatrists بھی misguide کرتے ہیں۔ بعض چیزیں صحیح نہیں ہیں، تو کہتے ہیں کہ ان کو بھی openly ظاہر کرو اور اپنے آپ میں confidence پیدا کرو۔ وہ پھر اتنا open ہو جاتے ہیں کہ پھر بُرائیاں پھیلنی شروع ہو جاتی ہیں۔ بجائے اس کے کہ علاج ہو، وہ اور زیادہ ہی overconfident ہو کے بُرائیاں پیدا کرتے ہیں۔

جواب کے آخر میں حضورِانور نے مؤخرالذکر تناظر میں مذہبی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے پیشہ ورانہ فرائض سرانجام دینے اور مریضوں سے مناسب طریق پر برتاؤ کرنے کی اہمیت پر توجہ دلائی کہ اس لحاظ سے بھی آپ لوگوں کو دیکھنا چاہیے کہ کس طرح آپ نے اپنے مذہب کی جو limitations ہیں اس کے اندر رہتے ہوئے اپنے پروفیشن کو apply کرنا ہے اور کس طرح ان کو treat کرنا ہے۔ (الفضل انٹرنیشنل 9 اپریل 2026ء)

تقریب تقسیم اَسناد جامعات احمدیہ

جرمنی، کینیڈا، برطانیہ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مؤرخہ 2 مئی 2026ء کو جامعہ احمدیہ جرمنی، کینیڈا اور برطانیہ کے سال 2025ء کے فارغ التحصیل ہونے والے مربیان کرام نے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دست مبارک سے شاہد کی سند حاصل کرنے کی سعادت پائی۔ علاوہ ازیں حضورِ انور نے جامعہ احمدیہ یوکے کے تعلیمی سال 2024/2025ء میں نمایاں پوزیشنز حاصل کرنے والے طلبہ کو امتیازی اسناد سے بھی نوازا۔ اس موقع پر جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا کے علاوہ پہلی مرتبہ جامعہ احمدیہ انڈونیشیا سے بھی رپورٹ اور وہاں سے فارغ التحصیل مربیان کرام کے اسماء بھی پڑھ کر سنائے گئے۔ اس طرح اس مبارک تقریب میں چار براعظموں کے جامعات شامل تھے۔

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جامعہ احمدیہ یوکے کی عمارت کے سامنے وسیع سبزہ زار میں اس تقریب کے لیے نصب کیے گئے شامیانہ میں بارہ بج کر تینتالیس منٹ پر رونق افروز ہوئے۔ کرسیٔ صدارت پر تشریف رکھنے کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا تحفہ پیش کیا۔

تقریب کی کارروائی کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو ماہد احمد صاحب نے سورۃ ابراہیم کی آیات 24 تا 28 سے کی۔ ان آیات کا ترجمہ از تفسیر صغیر خان فرید احمد صاحب نے پیش کیا۔ فارس نسیم صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا منظوم کلام بعنوان 'مناجات اور تبلیغ حق' میں سے منتخب اشعار پیش کیے۔

بعد ازاں جامعہ احمدیہ انڈونیشیا اور گھانا کی طرف سے آن لائن جبکہ جامعہ احمدیہ کینیڈا، جرمنی اور یوکے کی طرف سے سٹیج پر آکر کارگزاری رپورٹس پیش کی گئیں۔ اس کے بعد شاہدین جامعہ احمدیہ کینیڈا، جرمنی اور یوکے کو حضورِ انور کے دست مبارک سے شاہد کی ڈگری، نیز تدریسی سال 2024/2025ء کی جامعہ یوکے کی باقی چھ کلاسوں میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو اسناد عطا ہوئیں۔ بعدہٗ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز منبر پر تشریف لائے اور خطاب کا آغاز فرمایا۔

خلاصہ خطاب حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

الحمد للہ! آج آپ جامعہ سے سات سالہ تعلیم مکمل کر کے میدانِ عمل میں آنے کے لیے تیار ہیں۔ یوکے، جرمنی، کینیڈا، انڈونیشیا اور گھانا کے جامعات سے آپ لوگ اس سوچ کے ساتھ میدان عمل میں آ رہے ہیں کہ ہم نے تربیت کے کام بھی کرنے ہیں اور تبلیغ کے کام بھی کرنے ہیں۔ اس سوچ کے ساتھ میدان عمل میں آ رہے ہیں کہ ہم زندگی وقف ہیں اور چوبیس گھنٹے جماعت کی خدمت کے لیے تیار ہیں۔ اگر یہ سوچ نہیں تو پھر آپ جماعت کی ترقی کے لیے اُس طرح مفید وجود نہیں بن سکتے جس کی جماعت آپ سے توقع رکھتی ہے، جس کی خلیفہ وقت آپ سے توقع رکھتا ہے اور جس کا آپ نے عہد کیا ہوا ہے۔ وہ عہد جو آپ نے خدا تعالیٰ سے کیا ہوا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ پس آج آپ ایک بہت اہم ذمہ داری کے ساتھ میدانِ عمل میں آ رہے ہیں اور آنا چاہیے۔ اگر یہ سوچ یہ ارادہ اور اس کے لیے اپنی تمام تر استعدادوں کے ساتھ قربانی کا جذبہ نہیں تو آپ کا میدانِ عمل میں آنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ جماعت میں مربیان اور مبلغین کی ایک اَور کھیپ کا اضافہ ہو گا جو بے معنی ہے۔ مختلف جامعات کے پرنسپل صاحبان نے رپورٹس پیش کیں اور بڑی خوشکن رپورٹس تھیں۔ جو انہوں نے جامعہ میں آپ کی علمی اور روحانی اور عملی ترقی کے لیے کوشش کرنی تھی وہ کی۔ لیکن ہمیشہ یاد رکھیں کہ ترقی کرنے والی قومیں اپنی کمزوریوں پہ بھی نظر رکھتی ہیں۔ اس لیے آپ لوگ یہی نہ سمجھ لیں کہ یہاں پرنسپل صاحبان نے آپ کی رپورٹ میں تعریف کر دی اور بہت کام ہو گیا بلکہ عملی طور پر جو جامعہ میں پڑھ رہے ہیں وہ بھی اور جو فارغ ہو رہے ہیں وہ بھی اور جو میدانِ عمل میں ہیں وہ بھی اس بات کا خیال رکھیں کہ ہم نے وہ معیار حاصل کرنے ہیں جو حقیقت میں ہمیں اس تعریف کا حق دار بھی بنائیں اور جو کوششیں ہم پر کی گئی ہیں اس کے نیک نتائج پیدا کرنے والے بھی بنیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ گذشتہ کانووکیشنز میں مَیں نے دیکھا ہے کہ مختلف اوقات میں آپ لوگ ڈائریاں نکال کے لکھ رہے ہوتے ہیں۔ آج بھی آپ ڈائری میں نوٹ لے رہے ہوں گے لیکن اس لکھنے کا کیا فائدہ ہے اگر یہ تحریر ڈائریوں میں ہی بند ہو جاتی ہے اور ان پر اس جوش و خروش سے تمام عمر عمل نہیں ہونا جس جوش و خروش کا آج آپ اس وقت لکھتے وقت اظہار کر رہے ہیں اور جو جذبہ اس وقت آپ میں پیدا ہوا ہو گا۔ گذشتہ پندرہ بیس سال سے جب سے مختلف ممالک میں جامعات شروع ہوئے ہیں اگر ایک جذبے اور لگن سے کام کرنے کے نظارے نظر آتے تو ایک واضح تبدیلی ہمیں ہر جگہ نظر آنی چاہیے تھی۔ لیکن بہت کم ایسے ہیں جن میں یہ جذبہ ہے۔ پس آج میں آپ کو یہ بھی کہتا ہوں اور اس موقع پر میدانِ عمل میں جو مربیان ہیں ان سے بھی کہتا ہوں کہ مستقل اپنا جائزہ لیتے رہیں کہ جس عظیم مقصد کے لیے آپ نے اپنے آپ کو پیش کیا ہے کیا اس کے حصول کے لیے آپ نے اپنی تمام تر صلاحیتیں استعمال کی ہیں؟ اگر نہیں تو پھر یہ قابلِ فکر بات ہے۔ اگر کی ہیں تو الحمدللہ۔ اس کو مزید بہتر کرنے کی کوشش کریں۔

حضور انور نے فرمایا کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد تو ہر احمدی کا عہد ہے۔ ہر ایک احمدی یہ عہد دہراتا ہے اور آپ تو اس عہد کے سب سے اوّل مخاطب ہیں۔ آپ وہ لوگ ہیں جنہوں نے افرادِ جماعت کے سامنے ایک نمونہ بننا ہے۔ آپ وہ لوگ ہیں جن کو تربیتی اور تبلیغی میدان میں ایک ارتعاش پیدا کرنا ہے۔ اپنوں کی تربیت بھی کرنی ہے اور غیروں تک اسلام کی تعلیم کی خوبصورتی کو پہنچانا ہے۔ اس کے لیے اپنے آپ میں ایک جوش پیدا کریں۔ اس کے لیے اُن معیاروں کو حاصل کرنے کی کوشش کریں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی جماعت کے افراد سے چاہتے ہیں۔ مربی کے معیار تو اس سے بہت اونچے ہونے چاہئیں۔ تبھی آپ نمونہ بن سکتے ہیں۔ پس اپنا جائزہ لیتے رہیں کہ کیا خدا تعالیٰ سے محبّت، اس کی توحید کے قیام اور عبادات کی طرف توجہ کے لیے ہم بھرپور کوشش کر رہے ہیں؟ اس بارے میں قرآن اور حدیث اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا مطالعہ کرتے رہیں اور انتہائی باریکی سے اپنا جائزہ لیتے رہیں کہ ہماری عبادت کے کیا معیار ہیں۔ ہماری فرض نمازوں کے کیا معیار ہیں۔ نوافل اور ذکرِ الٰہی کے کیا معیار ہیں۔ تب ہی ہمارے کام میں برکت ہو گی اور دوسروں کو اس کا اثر بھی ہو گا۔

حضور انور نے فرمایا کہ یہ بھی یاد رکھیں کہ کبھی اپنی کسی کامیابی یا علمی برتری کو یا کسی بھی ایسے کام کو جو آپ کو ممتاز کرنے والا ہو اپنی عقل، اپنے علم اور کسی صلاحیت پر محمول نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی عطا پر شکر ادا کریں کہ اس نے آپ کو یہ توفیق دی جس کی وجہ سے آپ اس قابل ہوئے کہ آپ جس مسئلے میں بھی ڈالے گئے تھے اسے صحیح طور پر پیش کر سکیں اور اس کا حل نکال سکیں۔ اگر ایسا نہیں تو یہ باتیں پھر تکبّر پیدا کریں گی اور تکبّر جیسا کہ آپ جانتے ہیں، سب نے پڑھا ہوا ہے، گہرائی میں جا کے پڑھا ہو گا کہ شرک کی طرح ہے۔ اور چاہے آپ کے یہ خیالات دل میں ہی پیدا ہوں بیشک ان کا اظہار نہ بھی ہو تب بھی یہ شرکِ خفی جو ہے یہ آہستہ آہستہ سارے دل پر قبضہ کر لیتا ہے اور اس کے لیے ایک مربی کو بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ پس باریکی سے اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ متکبر ہرگز جنّت میں داخل نہیں ہو گا۔ اور آپ لوگ تو وہ ہیں جو لوگوں کو جنّت کے راستے بتانے والے ہیں کجا یہ کہ آپ میں خود ایسی بات پیدا ہو جائے جو آپ کو اس سے دور ہٹانے والی ہو۔ حضور انور نے فرمایا کہ تقریروں میں آپ ہمیشہ یہ کہتے ہیں اور آئندہ بھی کہیں گے کہ تکبّر اور شیطان کا گہرا تعلق ہے۔ لیکن اس سے پہلے خود اپنا جائزہ لینا ہو گا کہ ہم کہاں تک اس گناہ سے پاک ہیں۔ پس ہمیشہ یاد رکھیں کہ تکبّر سے بچنا ہے چاہے ہلکا سا بھی تکبّر ہو، کبھی دل میں تکبّر پیدا نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ سخت مکروہ چیز ہے۔ اسی طرح نمازوں کی طرف توجہ ہونی چاہیے۔ جیسا کہ مَیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ ہر مربی کا یہ کام ہے کہ وہ پانچوں وقت کی نماز بروقت ادا کرے اور جس سینٹر میں اسے مقرر کیا گیا ہے یا جس مسجد میں امامت دی گئی ہے وہاں پانچوں وقت نمازوں کے لیے مسجد کے دروازے کھلنے چاہئیں اور اذان دے کر مربی کو وہاں حاضر ہونا چاہیے۔ اور جو مربیان دفتروں میں کام کرنے والے ہیں خاص طور پر یہاں مرکزی دفاتر میں اور ہو سکتا ہے وہاں دوسرے ملکوں میں بھی جو دفتروں میں کام کرنے والے ہوں اور دفتر ان کے مسجد سے پیچھے ہوں۔ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ دفتری کام زیادہ اہم ہے اس لیے ہم دفتر میں ہی نماز پڑھ لیں۔ اگر باجماعت نماز بھی ہو رہی ہے تو امام کے پیچھے دفتر میں پڑھ لیں گے لیکن یہ غلط سوچ ہے۔ اس لیے یہاں دفتر میں بیٹھنے والوں کو بھی چاہیے کہ بجائے اس کے کہ دفتر میں ہی بیٹھے رہیں مسجد میں جا کر نماز پڑھا کریں۔ یہ نہ دیکھا کریں کہ فلاں فلاں دفتر میں بیٹھ کر خطبہ سن رہا ہے تو ہم بھی دفتر میں بیٹھے رہیں بلکہ جمعہ کے اوقات میں بھی بعض دفعہ شکایتیں ملتی ہیں یہاں مرکزی دفاتر میں، جن کی دفتروں میں ڈیوٹی ہوتی ہے کہ وہ جمعہ کے وقت مسجد میں نہیں جاتے۔ جمعہ کے لیے بہر حال مسجد میں جانا ہے اور یہ بہت ضروری چیز ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ اسی طرح جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ تہجد کی نماز بہت ضروری ہے۔ایک مربی جس کا اپنے کام کی کامیابی میں کلی انحصار اللہ تعالیٰ ہی پر ہے اور اس کی اپنی کوئی کوشش نہیں اسے تو نمازوں کی طرف بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔اسے نوافل کی طرف بھی بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ پس ہر ایک کو نوافل اور نماز تہجد کا خاص اہتمام کرنا چاہیے اور اس کے علاوہ موقع ملے تو نوافل خاص طور پر بہت زیادہ کوشش سے ادا کرنے کی کوشش کریں۔اسی طرح میں نے درود بھیجنے اور دعائیں کرنے کی تحریک کی تھی لیکن میں نے دیکھا ہے کہ اکثر اس کی باقاعدگی نہیں کرتے۔ باقاعدگی سے اس پر عمل نہیں کرتے۔ جو اس وقت میدانِ عمل میں ہیں ان میں بھی باقاعدگی نہیں ہے اور آپ جو جامعہ کے طلبہ ہیں آپ میں بھی باقاعدگی نہیں ہے۔اب یہاں بیٹھے ہیں تو آپ یہ عہد کریں کہ آپ نے باقاعدگی سے آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے پر خاص توجہ دینی ہے اور اس میں مداومت اختیار کرنی ہے۔اسی طرح میں نے استغفار کرنے کا کہا تھا اس میں بھی باقاعدگی اختیار کرنی چاہیے۔اللہ تعالیٰ کی حمد بھی کرنی چاہیے۔ جب یہ چیزیں آپ میں پیدا ہوں گی تبھی آپ انہیں آگے جماعت کے افراد میں پہنچا سکیں گے اور ان میں پیدا کر سکیں گے۔ان باتوں کا خاص طور پر خیال رکھیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ پھر قرآن کریم کا مطالعہ ہے جس کی طرف بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ بے شک اچھی رپورٹیں پیش کی گئی ہیں لیکن وہ توجہ جو دینی چاہیے تھی نہ آپ نے زمانہ طالب علمی میں دی اور نہ ہی بہت سے ایسے مربیان جو اس وقت میدانِ عمل میں ہیں وہ توجہ دیتے ہیں۔لیکن اب آپ یہ عہد کریں کہ آپ نے روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرنی ہے۔ایک مربی کے لیے ایک آدھ رکوع پڑھنا کوئی کمال نہیں ہے۔کم از کم آدھا پونہ سپارہ تو ضرور پڑھنا چاہیے۔اور اگر ایک سپارہ نہیں تو ایک سپارے کے قریب قریب پڑھنا چاہیے۔اور پھر اس کے مطالب پر غور کرنا چاہیے اس کی تفسیر پڑھنی چاہیے تبھی آپ کو گہرائی میں جا کر ان احکامات کا پتا لگے گا جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم میں دیے ہیں۔اور جب آپ اس راہنما کتاب کو اپنے سامنے رکھیں گے تبھی آپ حقیقی طور پر اسلام کی تعلیم سے آگاہ ہو سکیں گے۔تبھی لوگوں کی صحیح راہنمائی کر سکیں گے اور تبھی تبلیغ کا حق بھی ادا کر سکیں گے۔اس کی اہمیت کے پیشِ نظر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا اور آپ نے بھی پڑھا ہو گا لیکن پڑھ کے بھول جانے سے کوئی فائدہ نہیں۔آپؑ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ اب یقیناً ایک مربی سے یہ امید تو نہیں کی جاتی کہ وہ اسے مہجور کی طرح چھوڑ دے گا لیکن یہ جو توجہ دینی چاہیے وہ اُس طرح نہیں دی جاتی جو اس کا حق ہے۔پس اس طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔پس اب فراغت کے بعد فیلڈ میں جانے کے بعد اور میدانِ عمل میں جانے کے بعد آپ نے قرآن کریم کی تعلیم پر بہت زیادہ توجہ دینی ہے۔اس پر غور کرنا ہے اور اس کی تفاسیر پڑھنی ہیں تاکہ آپ کے علم میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہو اور یہی اضافہ آپ کو پھر میدانِ عمل میں بھی کامیابیاں عطا کرے گا۔

حضور انور نے فرمایا کہ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا مطالعہ ہے۔ یہ بھی بہت ضروری ہے۔ایک مجلس میں جہاں لوگ مجھے ملنے آئے تھے۔کینیڈا یا امریکہ سے ایک مربی صاحب تھے۔ان کی ایک بات سن کے مجھے حیرت ہوئی۔ مجھے پتا نہیں تھا کہ وہ مربی ہیں۔ جب میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتنی کتابیں پڑھی ہیں تو انہوں نے بتایا کہ ساٹھ کتابیں پڑھ لی ہیں۔ میں نے کہا بڑی اچھی بات ہے۔ میں نے پوچھا آپ کیا کرتے ہیں؟ تو پتا لگا مربی ہیں۔تو بہر حال بڑی اچھی بات ہے اگر ایک مربی صاحب نے ساٹھ کتابیں پڑھ لیں لیکن ایک مربی کی حیثیت سے تو آپ لوگوں کو تمام کتب پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور پڑھنی چاہئیں۔ بہرحال اس وقت یہاں بہت سارے مربیان ایسے ہیں جنہوں نے اگر پڑھی بھی ہیں تو چند کتابیں ہی پڑھی ہوں گی اور وہ بھی پوری طرح یاد نہیں رہتیں کیونکہ جب ان سے کوئی حوالہ پوچھا جاتا ہے تو ان کے لیے حوالہ دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ پس اس طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے کیونکہ اگر ہم یہ کریں گے تب ہی ہم مربی ہونے کا حق ادا کر سکیں گے۔ پھر جماعت میں محبّت اور بھائی چارے کی تلقین کرنا یہ بھی بہت ضروری ہے۔ آپ میدانِ عمل میں جا رہے ہیں۔ آپ کو ایسی چیزوں سے واسطہ پڑے گا۔ان تربیتی کاموں پر بھی آپ کو بہت محنت کرنے کی ضرورت ہے لیکن اس محنت کرنے سے پہلے خود اپنا جائزہ لیں کہ کیا ہم میں یہ معیار ہے کہ ہم محبّت اور بھائی چارے کو قائم رکھنے کے لیے ہر قربانی دینے کے لیے تیار ہوں یا اپنی ذاتی اَنا، ذاتی خواہشات اور ذاتی مقاصد کی خاطر ان باتوں کو بھول جائیں۔ پھر یہ بھی جائزہ لیں کہ ہمارے اندر تقویٰ اور طہارت کس حد تک ہے؟ ایک مربی اور مبلغ کو تقویٰ کی باریکیوں کو تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔اگر ایسا ہو گا تو تب ہی آپ کو کامیابیاں ملیں گی۔جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ تقویٰ اختیار کر کے ہی تم خدا تعالیٰ کی پناہ کے حصنِ حصین میں آ سکتے ہو۔

حضور انور نے فرمایا کہ پس اللہ تعالیٰ کی پناہ کے اس محفوظ قلعے میں آنے کے لیے تقویٰ اختیار کرنا ہو گا اور جب آپ اس محفوظ قلعہ میں آ جائیں گے تو پھر آپ کا ہر قول اور فعل اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہو گا اور آپ کا ہر عمل وہ بہتر نتائج پیدا کرے گا جو آپ کو تربیت میں بھی کامیابیاں عطا کرے گا اور تبلیغ کے میدان میں بھی آپ کو کامیابیاں عطا ہوں گی۔ پس اس طرف خاص طور پر بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ جب تقویٰ ہو گا تو آپ کی اخلاقی حالت بھی بہتر ہو گی اور جب اخلاقی حالت بہتر ہو گی تو آپ ان غلط قسم کے پروگراموں سے بچیں گے جو آج کل انٹرنیٹ یا ٹی وی پر آتے ہیں اور جن کی طرف بعض دفعہ توجہ پیدا ہو جاتی ہے اور مربیان بھی دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ایسے ناپسندیدہ پروگرام بعض دفعہ دیکھتے ہیں اور پھر دیکھتے چلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے پھر ان کے بیوی بچوں کی طرف سے یا لوگوں کی طرف سے شکایات آتی ہیں۔اگر معلومات کی حد تک ایک دفعہ کوئی پروگرام دیکھ لیا تو اس سے یہ تو پتا لگ جاتا ہے کہ اس میں کتنی گندگی اور غلاظت ہے لیکن اس میں بالکل ڈوب جانا اور اپنی بیویوں اور رشتہ داروں یا جماعت کے افراد کو شکایت

کا موقع دینا کہ مربی صاحب فلاں پروگرام دیکھتے ہیں یہ ایک ایسی چیز ہے جو آپ کے کام میں رکاوٹ پیدا کرے گی اور اس سے برکت بھی اٹھ جائے گی اور آپ کی بدنامی کا باعث بھی بنے گی۔ پس اس لحاظ سے بھی بہت ضروری ہے کہ آپ ان چیزوں سے بچیں۔بعض دفعہ لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا ہو جاتے ہیں لیکن ایک مربی کو اس یقین پر ہمیشہ خود بھی قائم رہنا چاہیے اور جماعت کے افراد کو بھی قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے جو بشارتیں حضرت مسیح موعودؑ کو دی ہیں اور جو پیشگوئیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہیں وہ انشاء اللہ ضرور پوری ہونی ہیں اور جماعت کا غلبہ ہونا ہے۔ پس اس کے لیے جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا اپنے دینی علم کو قرآن کریم کے ذریعہ سے بڑھانا، حدیث کے ذریعہ سے بڑھانا اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کے ذریعہ سے بڑھانا اور اس کے علاوہ خود بھی تحقیق کرنا بہت ضروری ہے اور اس ایمان پر قائم ہونا ضروری ہے کہ جماعت احمدیہ نے غالب آنا ہے انشاء اللہ۔ جب آپ کے اندر یہ یقین ہو گا تو پھر آپ جو ٹارگٹ مقرر کریں گے وہ بہت بلند اور اونچے ہوں گے کیونکہ آپ کے سامنے ایک بہت بڑا کام ہے جو آپ کے سپرد کیا گیا ہے۔ آپ کو اس کے لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس غلبے کے لیے تمہاری کوششیں بھی شامل ہونی چاہئیں۔ پس اپنی علمی صلاحیتوں اور عملی کوششوں کے لحاظ سے اپنے آپ کو بہتر کرنے سے آپ کو وہ معیار حاصل ہو گا جس سے آپ اسلام اور احمدیت کا غلبہ بھی دیکھنے والے ہوں گے اور اس کی ترقی میں مددگار و معاون ثابت ہوں گے اور اس کا حصہ بنیں گے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ پھر یہ بھی یاد رکھیں کہ قبولیتِ دعا کے لیے ضروری ہے کہ انسان تقویٰ پر چلنے والا ہو۔ آپ نے جامعہ میں پرانے بزرگوں کے واقعات بھی پڑھے ہیں۔ پرانے اولیاء اللہ کے واقعات بھی پڑھے۔ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی قبولیتِ دعا کے واقعات بھی پڑھے ہیں۔ حدیثوں میں بھی آپ نے واقعات پڑھے ہیں۔ آج کل جو خطبات میں دے رہا ہوں ان میں بھی آپ نے سنے ہوں گے اور قرآن کریم میں بھی پڑھا ہو گا۔ آخر یہ سب کچھ آپ پڑھ کے ہی جامعہ سے نکلے ہیں۔ لیکن ان واقعات کے پڑھنے اور سننے کا فائدہ تبھی ہے جب آپ خود بھی تقویٰ کے ان معیاروں کو حاصل کریں جہاں آپ کا اللہ تعالیٰ سے ایک براہ راست تعلق پیدا ہو اور پھر آپ خود بھی قبولیتِ دعا کے نظارے دیکھنے والے ہوں۔ اس بارے میں ہر مربی کو کوشش کرنی چاہیے۔ پھر یہ بھی یاد رکھیں کہ اگر آپ کے اعلیٰ اخلاق ہیں، آپ کا علمی معیار اونچا ہے پھر آپ کو کسی مخالف سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ آپ میں اس چیز سے ایک ہمت اور دلیری پیدا ہو گی۔حضور انور نے فرمایا کہ ہمارے بہت سے مربیان ہیں جن کا علمی معیار بھی اچھا ہے اور وہ مخالفین سے بحث کر کے ان کے منہ بند کر دیتے ہیں۔ لیکن تبلیغ کے میدان میں بھی یاد رکھیں کہ ہمیشہ دلائل کے علاوہ نرمی اور اعلیٰ اخلاق کا ہونا بھی ضروری ہے اور اس کا مظاہرہ ہونا چاہیے اور پھر اس کے ساتھ دلائل کے ساتھ بات کرنی چاہیے۔ یہی ہمیں قرآن کریم کا حکم ہے یہی ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ یہی ہمیں حضرت مسیح موعودؑ نے تعلیم دی ہے کہ ہمارے منہ سے کبھی ایسے الفاظ نہیں نکلنے چاہئیں جو کسی بھی رنگ میں سختی کا اظہار کرنے والے ہوں کیونکہ یہ بات کم ہمتی اور علم کی کمی پر دلالت کرتی ہے۔ پس اعلیٰ اخلاق کا معیار ہر ایک مربی کی سب سے اعلیٰ صفت ہونی چاہیے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ پھر یہ بھی یاد رکھیں اور حضرت مسیح موعودؑ نے اس طرف بھی بار بار توجہ دلائی ہے کہ احمدیوں کو عملی نمونہ دکھانا چاہیے جیسے کہ پہلے بھی میں کہہ چکا ہوں کیونکہ عملی نمونہ ہی ہے جس سے لوگوں میں توجہ پیدا ہوتی ہے اور ایک مربی کے عملی نمونہ کا معیار بہت بلند ہونا چاہیے۔ گو یہ باتیں جو مَیں کر رہا ہوں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور نظر یہی آتا ہے کہ بار بار دہرا رہا ہوں لیکن ان کی بہت ضرورت ہے۔ اس پر خاص توجہ کی ضرورت ہے کیونکہ عملی نمونہ ایک انقلاب اور لوگوں میں تبدیلیاں پیدا کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ آج کل جو میں خطبات دے رہا ہوں ان میں بھی میں نے حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اقتباس سنایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نمونے کی وجہ سے ہی جو آپ کے قریب رہنے والے لوگ تھے آپ سے متاثر ہوئے۔ بلکہ یہی وہ عملی نمونہ تھا جس کی وجہ سے ان لوگوں کے دلوں پر ایک خاص اثر ہوا۔ آپ کی سچائی ان پر ظاہر ہوئی اور انہوں نے اس سچائی کو دیکھ کر آپ کو قبول کیا۔ پس ایک مربی میں سچائی کے بھی اعلیٰ ترین معیار ہونے چاہئیں تاکہ کبھی یہ شکوہ نہ ہو کہ اس نے غلط طور پر گواہی دی یا غلط طور پر ہم سے بات کی۔بعض دفعہ میدانِ عمل میں آنے والوں کی شکایت ہوتی ہیں کہ مربی صاحب نے فلاں کی حمایت کر دی۔ اگر تقویٰ پر چلتے ہوئے حمایت کی ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے اور اگر کسی غلط تعلق کی وجہ سے کسی ذاتی تعلق کی وجہ سے حمایت کی ہے تو وہ غلط ہے اور اس کی اصلاح ہونی چاہیے۔ آپ لوگوں کو بھی اپنی عملی زندگی میں اس بات کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیے۔ اسی طرح یہ بھی یاد رکھیں کہ آپ لوگ تقریروں میں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات کا حوالہ دیتے ہیں کہ اپنے اندر صحابہؓ کا سا جوش پیدا کرو اور اسلام کے لیے وہ حمیت اور غیرت پیدا کرو اور اگر یہ نہیں کرو گے تو اس وقت تک تم اپنے آپ کو ایسا نہ سمجھو کہ ہم دنیا کی اصلاح کر سکتے ہیں یا دنیا کے لیے مفید وجود بن سکتے ہیں۔ یہ توقع تو حضرت مسیح موعودؑ نے ایک عام احمدی سے رکھی ہے کہ تم بھی ایسے بنو لیکن ایک مربی کو تو اس طرف خاص طور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ اسے ایک جوش پیدا کرنا پڑے گا جیسا کہ مَیں نے شروع میں کہا تھا۔ اگر یہ جوش ہر ایک میں پیدا ہوتا تو اب تک پندرہ بیس سال سے جتنی بھی کھیپیں نکلی ہیں ایک انقلاب پیدا ہو سکتا تھا لیکن وہ جوش ہمیں نظر نہیں آتا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ پس ہر مربی کو ایک جوش پیدا کرنا پڑے گا اور وہ جوش اسی وقت ہو گا جب خدا تعالیٰ سے ایک خاص تعلق پیدا ہو گا۔ اس لیے یہ بنیادی چیز پھر وہیں آ کر ختم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا کریں۔ دنیاوی چیزوں کو بھول جائیں۔ آپ کے دلوں میں اسلام کی خاطر غیرت ہو۔ جب تک یہ چیز پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک یہ نہ سمجھیں کہ آپ کو اپنی ہلکی پھلکی کوششوں سے کامیابیاں مل سکتی ہیں کیونکہ پھر کامیابیاں نہیں مل سکتیں۔

پس یہ چند باتیں ہیں جو آپ سے میں کرنا چاہتا ہوں ان کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ خدا تعالیٰ کی عبادت، قرآن کریم کے علم اور اس کی تلاوت میں اضافہ، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھنے کی طرف توجہ، خلفاء کے ساتھ تعلق اور ان کے خطبات سننے کی طرف توجہ اور ان کے پیغام کو آگے پہنچانے کی طرف توجہ بہت ضروری ہے کیونکہ آپ خلیفۂ وقت کے نمائندے بھی ہیں اور خلیفۂ وقت کی نمائندگی کا حق ادا کرنا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ خطبات بھی سنیں اور اس پیغام کو آگے پہنچائیں۔ ان خطبات میں آج کل میں بعض دفعہ تاریخی اور بعض دفعہ سیرت کی باتیں بیان کر رہا ہوں تو آپ نے ان میں سے ہی نکات نکال کر آگے جماعتوں تک پہنچانے ہیں اور اسی سے مزید تربیتی پہلو بھی نکالنے ہیں۔ بعض کامیاب مربیان اور مبلغین ان میں سے نکات نکالتے ہیں اور پھر آگے جماعت تک پہنچاتے ہیں جس کا جماعت کو فائدہ بھی ہوتا ہے۔ پھر جماعت میں محبّت اور اخوّت پیدا کرنے کے لیے خاص کوشش کریں۔ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہر جماعت کا فرد ایک بھائی اور قریبی عزیز کی حیثیت سے ایک دوسرے کا حق ادا کرنے والا ہو اور جماعت میں کوئی ایسا شخص نہ ہو جو کسی کا حق غصب کرنے والا ہو۔ اگر مربیان یہ باتیں سامنے رکھیں اور وقتاً فوقتاً اس کی تلقین کرتے رہیں اور لوگوں میں یہ احساس دلائیں کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ہم نے ایک ہو کر رہنا ہے جو جماعت کی ترقی کے لیے ضروری ہے تو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ جماعت کے اندر تربیت کا معیار بہت اونچا ہو گا اور بہت سے ایسے جھگڑے جو آج کل بڑھنا شروع ہو گئے ہیں وہ بھی ختم ہو جائیں گے۔ میدانِ عمل میں جا کر آپ کو بہت سی چیزوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس لیے ذہنی طور پر تیار رہیں کہ آپ کو ان مسائل سے گزرنا ہو گا اور ان کے حل کے لیے آپ نے کیا لائحہ عمل بنانا ہے اس کی طرف بھی توجہ دینی ہو گی۔ سات سال کی تربیت میں آپ کو بنیادی طور پر یہ عادت ڈال دی گئی ہے کہ آپ قرآن پڑھیں اور اس پر غور کریں۔ یہ عادت ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حدیث پڑھیں اور اس پر غور کریں۔ کلام پڑھیں اور اس پر غور کریں۔ اور اسی طرح خطبات بھی سنیں اور ان پر غور کریں۔ اس کے علاوہ اپنے دینی اور دنیاوی علم کو بھی بڑھائیں۔ یہ صلاحیت بھی آپ میں ہونی چاہیے تا کہ کسی موقع پر اگر آپ کو دنیاداروں کے سامنے اسلام کی برتری ثابت کرنی ہو تو وہاں آپ کو تاریخ اور موجودہ حالات کا بھی علم ہو تا کہ آپ ثابت کر سکیں کہ اسلام کی تعلیم کی طرف توجہ دینا ہی ان مسائل کا اصل حل ہے جن میں آج تم لوگ گرفتار ہو۔ اس لیے اس سے پھر آپ کے لیے تبلیغ کے نئے نئے راستے کھلیں گے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ اسی طرح بعض مخالفین اور معاندین جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف اعتراض کرتے ہیں ان کے جوابات بھی آپ کو تیار رکھنے چاہئیں۔ گویا آپ نے ہر میدان میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنی ہے۔ تربیت کے میدان میں بھی اور تبلیغ کے میدان میں بھی۔ آپ نے تربیت کے پہلوؤں کو بھی سامنے رکھنا ہے اور تبلیغ کے میدان کے مختلف پہلوؤں کو بھی سامنے رکھنا ہے۔ مسلمانوں کو تبلیغ کس طرح کرنی ہے۔ دہریوں کو تبلیغ کس طرح کرنی ہے۔ عیسائیوں کو تبلیغ کس طرح کرنی ہے اور جو انتہائی مخالف ہیں ان کو تبلیغ کس طرح کرنی ہے۔ یہودیوں کو تبلیغ کس طرح کرنی ہے۔ دلائل سے ان کے منہ کس طرح بند کرنے ہیں اور انہیں لاجواب کرنا ہے اور دنیا میں اسلام کی برتری کو کیسے ثابت کرنا ہے۔ ان سب باتوں کو آپ نے اپنے سامنے رکھنا ہے۔ جب آپ یہ باتیں اپنے سامنے رکھیں گے تبھی آپ ایک کامیاب مربی اور مبلغ بن سکتے ہیں اور تبھی یہ کہا جا سکے گا کہ ہاں! آج جامعہ سے فارغ التحصیل ہونے والی کلاس کے مربیان نے حقیقت میں ایک مربی اور مبلغ ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔ جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا پھر میں کہتا ہوں کہ اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ سے قریبی تعلق پیدا کرنے کو ایک خاص امتیاز بنائیں اور اس کے لیے تہجد کی طرف بھی خاص توجہ کریں تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعائیں بھی سنے اور ان دعاؤں کے نتیجے میں آپ کو کامیابیاں بھی عطا فرمائے۔ جب آپ یہ چیزیں حاصل کر لیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہم کہہ سکیں گے کہ آج جامعہ سے پاس ہونے والے یہ طلبہ حقیقت میں وہ مربی اور مبلغ بن کر نکل رہے ہیں جو جماعت کے لیے ایک قیمتی سرمایہ ہیں اور کارآمد وجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطاب دو بجکر ایک منٹ تک جاری رہا جس کے بعد حضورِ انور نے دعا کروائی۔

رپورٹ جامعہ احمدیہ جرمنی

سیّدی! جامعہ احمدیہ جرمنی کی سال 2024/2025ء کی مختصر کارگزاری رپورٹ حضورِ انور کی خدمت میں پیش ہے۔

مکرم شمشاد احمد قمر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ جرمنی سالانہ رپورٹ پیش کرتے ہوئے

الحمدللہ کہ آج جامعہ احمدیہ جرمنی کی گیارھویں کلاس اپنی تعلیم مکمل کر کے اپنے پیارے آقا کے دستِ مبارک سے اسناد حاصل کرنے کی سعادت پا رہی ہے، اس کلاس میں کل 18 مربیان ہیں جن میں 13 واقفِ نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہیں اور اس طرح جامعہ احمدیہ جرمنی اب تک 156 پھل اپنے پیارے آقا کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر چکا ہے، الحمدللہ علیٰ ذالک۔

پیارے آقا دورانِ سال مقررہ نصاب کی تدریس کے ساتھ ساتھ طلبہ کی علمی وجسمانی استعداد کو بڑھانے کے لیے جامعہ میں قائم مجلسِ علمی اور مجلسِ العاب کے تحت انفرادی اور اجتماعی سطح پر علمی و ورزشی مقابلہ جات کروائے جاتے رہے۔ 13 کلومیٹر پیدل سفر اور ہائیکنگ کا انتظام کیا گیا۔ جماعتی سطح پر ہونے والے مختلف مقابلہ جات میں بھی جامعہ کی ٹیمیں حصہ لیتی رہیں۔ مجلسِ ارشاد کے تحت مختلف موضوعات پر سیمینارز اور دیگر پروگرام منعقد کروائے گئے نیز مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے علماء وماہرین کے معلوماتی لیکچرز کا انتظام کیا گیا۔ دورانِ سال طلبہ کو براہِ راست معلومات حاصل کرنے کے لیے مختلف مذاہب کے سینٹرز کا دورہ کروایا گیا جن میں یہودیوں اور عیسائیوں کی عبادت گاہیں اور سینٹرز شامل ہیں، اسی طرح مختلف سکولوں اور دیگر اداروں کے طلبہ اور اساتذہ اور دیگر احباب اسلام اور احمدیت کے تعارف کے لیے جامعہ احمدیہ میں تشریف لاتے رہے۔ نیز واقفین اور واقفاتِ نو کے وفود بھی جامعہ میں تشریف لاتے رہے۔ طلبہ کو وقتاً فوقتاً تبلیغی امور سرانجام دینے کا بھی موقع ملتا رہا۔ اوپن ڈے کے موقع پہ شعبہ تبلیغ کے تحت ملک کے مختلف سینٹرز میں جامعہ کے طلبہ نے ڈیوٹیاں دیں، فلائرز کی تقسیم، آن لائن سوال وجواب اور ایم ٹی اے کے مختلف پروگراموں میں بھی طلبہ خدمت کی توفیق پاتے رہے۔

وقفِ عارضی کی سکیم کے تحت طلبہ کو جرمنی کے علاوہ مختلف ممالک میں وقفِ عارضی کرنے کا موقع ملا نیز حضورِانور کی منظوری اور ہدایت کے مطابق درجہ شاہد کے طلبہ نے رمضان المبارک کا پورا مہینہ مختلف جماعتوں میں وقفِ عارضی کی۔ درجہ شاہد کے مقالہ جات، امتحانات، پیپرز کی تیاری اور چیکنگ نیز انٹرویوز کے مختلف مراحل کے سلسلے میں حضورِانور کی ہدایات پر عمل کیا گیا اور تمام نتائج ساتھ ساتھ برائے ملاحظہ ومنظوری حضورِانور کی خدمت میں پیش کیے جاتے رہے۔ امتحانات کے بعد طلبہ کو بعض امور کی عملی ٹریننگ بھی دی گئی جن میں کھانا پکانا، بجلی کا کام، ہومیوپیتھی کا تعارف اور گاڑی سے متعلق ضروری امور کی آگاہی شامل ہیں۔

پیارے آقا کی خدمت میں دعا کی عاجزانہ درخواست ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری کمزوریوں کی پردہ پوشی فرماتے ہوئے ہمیں اپنی اور اپنے امام کی رضا کے مطابق کماحقہٗ خدمت کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین

شاہدین جامعہ احمدیہ جرمنی 2025ء

1۔ مکرم فیاض احمد صاحب مربی سلسلہ
2۔ مکرم برہان الدین فیضان صاحب مربی سلسلہ
3۔ مکرم اویس قمر صاحب مربی سلسلہ
4۔ مکرم ادیب احمد بٹ صاحب مربی سلسلہ
5۔ مکرم مبارز احمد صاحب مربی سلسلہ
6۔ مکرم واسق خالد بھٹی پرویز صاحب مربی سلسلہ
7۔ مکرم مجاہد احمد صاحب مربی سلسلہ
8۔ مکرم عمر رشید صاحب مربی سلسلہ
9۔ مکرم جاذب احمد عزیز صاحب مربی سلسلہ
10۔ مکرم سلطان احمد سمیع صاحب مربی سلسلہ
11۔ مکرم سہیل احمد باجوہ صاحب مربی سلسلہ
12۔ مکرم حمزہ احمد صاحب مربی سلسلہ
13۔ مکرم باسل جاوید صاحب مربی سلسلہ
14۔ مکرم فرحان مسرور احمد صاحب مربی سلسلہ
15۔ مکرم طلال احمد صاحب مربی سلسلہ
16۔ مکرم ادیب احمد صاحب مربی سلسلہ
17۔ مکرم دانش احمد صاحب مربی سلسلہ
18۔ مکرم فرخ خرم صاحب مربی سلسلہ

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل لندن)

باقی صفحہ 29 پر

اسی طرح حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خاص طور پر ہمیں مخاطب ہوتے ہوئے ایک موقع پر یہ فرمایا:

''دنیا چاہے آپ کے مقام کو سمجھے یا نہ سمجھے۔ لیکن اللہ کی راہ میں قربانی کا جو آپ نے عہد کیا ہے اور پھر اسے نیک نیتی سے خدا کی خاطر نبھا رہے ہیں تو دنیا کے لوگوں کی ذرا بھی پروا نہ کریں، چاہے اپنے ہوں یا غیر، جو بھی کہیں، آپ خدا کے آگے جھکے رہیں۔ آپ جماعتی نظام میں تعلیم وتربیت کے لیے، دنیا کو اسلام کا پیغام پہنچانے کے لیے خلیفۂ وقت کے نمائندہ ہیں یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ ایسے میں بہت سی باتوں پر آپ پر تنقید ہو جاتی ہے، جن پر بعد میں بعض فیصلے ہوتے ہیں اس لیے اس ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے دل سے اونچ نیچ نکال دیں اور یکسوئی سے وہ کام سرانجام دیں جو آپ کے سپرد کیے گئے ہیں''۔ (خطبات مسرور جلد 15 صفحہ 107، 112)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جماعت کے نام اپنے پہلے تحریری پیغام میں فرماتے ہیں: ''قدرتِ ثانیہ خدا کی طرف سے ایک بڑا انعام ہے جس کا مقصد قوم کو متحد کرنا اور تفرقہ سے محفوظ رکھنا ہے۔ یہ وہ لڑی ہے جس میں جماعت موتیوں کی مانند پروئی ہوئی ہے۔ اگر موتی بکھرے ہوں تو نہ تو محفوظ ہوتے ہیں اور نہ ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی ہی خوبصورت اور محفوظ ہوتے ہیں۔ اگر قدرتِ ثانیہ نہ ہو تو اسلام کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ پس اس قدرت کے ساتھ کامل اخلاص اور محبت اور وفا اور عقیدت کا تعلق رکھیں اور خلافت کی اطاعت کے جذبہ کو اس قدر بڑھائیں کہ اس محبت کے بالمقابل دوسرے تمام رشتے کمتر نظر آئیں۔ امام سے وابستگی میں ہی سب برکتیں ہیں۔ اور وہی آپ کے لئے ہر قسم کے فتنوں اور ابتلاؤں کے مقابلہ کے لئے ڈھال ہے''۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے دلوں میں بھی اطاعت کا وہ معیار پیدا کرنے کی تڑپ پیدا کر دے جو خلفاء نے ہم میں پیدا کرنا چاہا اور کیا۔ آمین۔

مرتبہ: منور علی شاہد

جلسہ ہائے یوم خلافت

جماعت احمدیہ میں ہر سال 27 مئی کو یومِ خلافت انتہائی احترام اور وقار کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ یہ دن 27 مئی 1908ء کے دن کی مناسبت سے منایا جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق جماعت میں نظام خلافت کی بنیاد پڑی۔ اس دن تمام جماعتوں میں جلسے منعقد کیے جاتے ہیں جن میں خلافت کے موضوع پر تقاریر کا اہتمام کیا جاتا ہے نیز کوئز مقابلہ جات کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ امسال بعض جماعتوں سے آمدہ رپورٹس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

Bad Soden

24 مئی کو یومِ خلافت برگر ہاؤس Neunheim میں منعقد ہوا جس میں مکرم طاہر احمد صاحب نیشنل سیکرٹری تربیت نے بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔ جلسہ کی کارروائی اردو اور جرمن تقاریر پر مشتمل تھی۔ جلسہ میں 180 احباب نے شرکت کی۔ تلاوت اور نظم کے بعد مکرم حمزہ احمد صاحب مربی سلسلہ نے کوئز مقابلہ کروایا اور پھر جرمن زبان میں تقریر کی۔ مکرم نیشنل سیکرٹری صاحب تربیت نے اردو زبان میں یومِ خلافت کی نسبت سے اظہارِ خیال کیا اور اختتامی دعا کروائی۔ پروگرام کے اختتام پر شاملین جلسہ کی کھانے سے تواضع کی گئی۔

Frankenthal

مسجد نور فرانکن تھال میں جلسہ 23 مئی کو زیرِ صدارت مکرم مبارک احمد تنویر صاحب مشنری انچارج جرمنی منعقد ہوا جس میں کل حاضری 230 رہی۔ جلسہ کا آغاز مکرم ثاقب محمود احمد صاحب نے تلاوتِ قرآن سے کیا اور اردو ترجمہ پڑھا جبکہ جرمن ترجمہ مکرم مطہر احمد صاحب نے پڑھا۔ اس کے بعد محترم لبیب خان صاحب، حسیب خان صاحب اور منیب خان صاحب نے ترانہ پیش کیا۔ بعد ازاں مکرم حمزہ نصیر صاحب مربی سلسلہ نے جرمن زبان میں خلافت کی اہمیت کے موضوع پر اظہارِ خیال کیا۔ ناصرات کی طرف سے خلافت کے حوالہ سے ترانہ پیش کرنے کے بعد مکرم مبارک احمد تنویر صاحب مشنری انچارج نے اختتامی تقریر کی اور احباب کے سوالات کے جوابات دیئے۔ دعا کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد احباب کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔

Rüdesheim

جماعت روڈس ہائم نے 23 مئی کو جلسہ بمقام Rheingau Artrium Geisenheim منعقد کیا جس کی صدارت مکرم مستنصر احمد صاحب مربی سلسلہ نے کی۔ شاملین جلسہ میں 100 لجنہ اور 80 احباب شامل تھے۔ مکرم لبید احمد صاحب نے تلاوت کی۔ ناصرات کی جانب سے خلافت کے حوالہ سے ترانہ پڑھا گیا۔ مکرم طلحہ مجوکہ صاحب نے خلافت کے موضوع پر تقریر کی۔ اس موقع پر اطفال کلاس میں بہتر حاضری اور پہلی اور پنجم کلاس میں جانے والے اطفال کو مرکز کی طرف سے انعامات دیئے گئے۔ دعا کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ بعد ازاں شاملین جلسہ کو کھانا پیش کیا گیا۔ یہ جلسہ تین روزہ اسلام نمائش کے آخری دن منعقد ہوا تھا۔ اس موقع پر تمام شاملین کو نمائش دیکھنے کا بھی موقع ملا۔

Offenbach

بیت الجامع اوفن باخ میں جلسہ 24 مئی کو منعقد ہوا جس میں 290 احباب نے شرکت کی۔ تلاوت اور نظم کے بعد مکرم سید سلمان شاہ صاحب مربی سلسلہ نے خلافت کے موضوع پر تقریر کی۔ ناصرات کی جانب سے ایک ترانہ پیش کرنے کے بعد ایک کوئز پروگرام زیر نگرانی مکرم مربی صاحب منعقد ہوا۔ اس کے بعد خلافت سے متعلق ایک ویڈیو احباب کو دکھائی گئی۔ جلسہ کی اختتامی تقریر مکرم فیاض احمد صاحب مربی سلسلہ نے کی جو مکرم مشنری انچارج صاحب جرمنی کی نمائندگی میں تشریف لائے تھے۔ آپ کی تقریر کے بعد جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ اس موقع پر تمام حاضرین جلسہ کو کھانا پیش کیا گیا۔

Mainz Süd

24 مئی کو جلسہ سینٹ جوزف چرچ مائنز میں منعقد ہوا جس میں شاملین کی تعداد 185 تھی۔ جلسہ کی کارروائی زیرِ صدارت مکرم سفیر الرحمٰن ناصر صاحب مربی سلسلہ شروع ہوئی۔ تلاوت اور نظم کے بعد پہلی تقریر جرمن زبان میں تھی جو مکرم فطین احمد بھٹی صاحب مربی سلسلہ نے کی۔ خلافت سے متعلق ایک ویڈیو دکھائے جانے کے بعد مہمان خصوصی نے اردو زبان میں شاملین جلسہ سے خلافت کے موضوع پر اظہار خیال کیا۔ جلسہ کے اختتام پر

Bad Soden

Frankenthal

Offenbach

شاملینِ جلسہ کی خدمت میں پُرتکلف کھانا پیش کیا گیا جو مکرم رضوان محمود صاحب زعیم مجلس مائنز زوڈ نے اپنے بیٹے عزیزم شائر احمد محمود کے عقیقہ کی خوشی میں تیار کروایا تھا۔

Mannheim

26 مئی بروز اتوار مسجد احسان من ہائیم میں جلسہ یومِ خلافت منعقد ہوا جس میں حاضری 250 رہی۔ جلسہ کی کارروائی کے دوران خلافت کے موضوع پر ایک کوئز کا بھی اہتمام کیا گیا۔ مقررین میں مکرم لوکل امیر صاحب من ہائیم اور مکرم نورالدین اشرف صاحب مربی سلسلہ شامل تھے۔ گزشتہ سال جائزہ میں نمایاں پوزیشن لینے والے واقفینِ نو میں انعامات بھی تقسیم کیے گئے۔ جلسہ کے اختتام پر شاملین کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔

Köln

25 مئی کو بیت النصر کولون میں جلسہ منعقد ہوا جس کا آغاز تلاوت اور اردو و جرمن ترجمہ سے ہوا۔ بعد ازاں مکرم منور احمد ناصر صاحب نے منظوم کلام خوش الحانی سے پڑھا جس کا جرمن ترجمہ مکرم مدثر احمد صاحب نے پیش کیا۔ پہلی تقریر مکرم شکیل احمد عمر صاحب مربی سلسلہ نے خلافت کی اہمیت اور برکات پر کی۔ اس کے بعد ایک ویڈیو دکھائی گئی جس میں حضور انور کے بچوں کے ساتھ حسنِ سلوک کے ایمان افروز مناظر دکھائے گئے تھے۔ خلافت سے متعلق ایک کوئز مقابلہ بھی منعقد کیا گیا جس میں سب نے بہت دلچسپی سے حصہ لیا۔ اختتام پر شاملین جلسہ میں کھانا تقسیم کیا گیا۔ جلسہ کی کل حاضری 56 تھی۔

Riedstadt

مسجد عزیز ریڈشٹڈ میں جلسہ یومِ خلافت 25 مئی کو منعقد ہوا جس کے مہمان خصوصی مکرم انتصار احمد صاحب مربی سلسلہ واستاد جامعہ احمدیہ جرمنی تھے۔ جلسہ کی حاضری 400 تھی۔ جلسہ کا آغاز تلاوتِ قرآن اور اردو و جرمن ترجمہ سے ہوا جس کے بعد نظم اور اس کا اردو ترجمہ پڑھا گیا۔ اس کے بعد پہلی تقریر جرمن زبان میں ہوئی۔ اس کے بعد ترانہ پڑھا گیا۔ مکرم مہمان خصوصی کی اردو میں تقریر اور اختتامی دعا کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ جلسہ کے دوران ایک بچہ کی تقریب آمین بھی کی گئی۔ اختتام پر تمام شرکا کی تواضع کھانے سے کی گئی۔

Darmstadt

مسجد نورالدین ڈارمشٹڈ میں جلسہ یومِ خلافت 25 مئی کو زیرِ صدارت مکرم اسامہ انور قریشی صاحب لوکل امیر منعقد ہوا۔ جلسہ کا آغاز مکرم مدثر چیمہ صاحب کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا جس کے بعد مکرم ولید عابد صاحب نے منظوم کلام بہت خوش الحانی سے پڑھا۔ دوران جلسہ ایک ڈاکومنٹری شاملین جلسہ کو دکھائی گئی جس میں مکرم عبدالماجد طاہر صاحب ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن نے خلافت سے متعلق ایمان افروز واقعات بیان فرمائے تھے۔ مکرم احیاء الدین صاحب مربی سلسلہ نے جرمن زبان میں ”خلافت کے ساتھ زندہ تعلق“ کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے متعدد ایمان افروز واقعات بیان کیے۔ خلافت سے عہدِ وفا کے حوالہ سے چند اشعار مکرم فاتح اعجاز صاحب نے پڑھے۔ دعا کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ جلسہ کی کل حاضری 270 تھی۔

Wittlich

بیت الحمد وِٹلش میں جلسہ یومِ خلافت 24 مئی کو منعقد ہوا جس میں کل حاضری 98 رہی۔ جلسہ کی صدارت مکرم محمد شاہد بٹ صاحب صدر جماعت نے کی جبکہ مکرم ذیشان محمود صاحب مربی سلسلہ مہمان خصوصی تھے۔ جلسہ کی کارروائی کا آغاز تلاوت سے ہوا جو ایک طفل مکرم ریان احمد صاحب نے کی۔ نظم کے بعد ایک کوئز مقابلہ کروایا گیا۔ مکرم ذیشان محمود صاحب مربی سلسلہ نے خلافت کے حوالہ سے تقریر کی اور اختتامی دعا کرائی۔ اس موقع پر سیکرٹری صاحب ضیافت کو ان کی خدمات کے اعتراف میں پھولوں کا تحفہ پیش کیا گیا۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد احباب کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔

Mörfelden-Walldorf

جماعت مورفیلڈن والڈورف میں جلسہ یوم خلافت 31 مئی کو مسجد سبحان میں منعقد ہوا۔ مکرم جلیس احمد خان صاحب کی تلاوت سے جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ مکرم عامر شہزاد صاحب نے اردو اور مکرم کرشن یوسف صاحب نے جرمن ترجمہ پڑھا۔ مکرم مظفر رشید صاحب نے خوش الحانی سے منظوم کلام کے چند اشعار پڑھے جن کا جرمن ترجمہ مکرم فہد کنگ صاحب پڑھا۔ اردو زبان میں مکرم غیاث الدین صاحب نے جبکہ ظہیر احمد صاحب نے بچوں کے لیے جرمن زبان میں تقاریر کیں۔ اس کے بعد بعد مکرم کامران سیف صاحب متعلم جامعہ احمدیہ نے کوئز مقابلہ کروایا۔ لجنہ کی طرف بھی ایسا مقابلہ کروایا گیا۔ مکرم محمد علی شاہد صاحب سیکرٹری تبلیغ نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تازہ ہدایات سے آگاہ کیا۔ مکرم فرحان منظور احمد صاحب مربی سلسلہ نے خلافت کے موضوع پر ایک معلوماتی پریزینٹیشن دی۔ مکرم لوکل امیر صاحب کی طرف سے اظہار تشکر کے کلمات کے بعد مکرم مربی صاحب کی اختتامی دعا سے جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ جلسہ کی کل حاضری 352 رہی۔ شاملین جلسہ میں پیک کھانا تقسیم کیا گیا۔

Wittlich

Riedstadt

Darmstadt

رپورٹ: مکرم محمد جری اللہ خان صاحب مربی سلسلہ وسیکرٹری مجلس شوریٰ

44ویں مجلسِ شوریٰ جرمنی 2026ء

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ جرمنی کی 44 ویں مجلسِ شوریٰ مورخہ 15 مئی تا 17 مئی 2026ء بمقام بیت السبوح فرانکفرٹ جرمنی میں منعقد ہوئی۔

مجلسِ شوریٰ کی تیاری

قواعد کے مطابق جماعتوں میں نمائندگانِ شوریٰ کے انتخابات کروائے گئے۔ مجلسِ شوریٰ کے تمام ممبران کو انفرادی طور پر دعوت نامہ، ایجنڈا، پروگرام اور بجٹ کی کاپی بھجوائی گئی۔ اس کے علاوہ مجلسِ شوریٰ کے آداب اور قواعد بھی تمام ممبران کو شوریٰ سے چند روز قبل بھجوائے گئے تاکہ ممبران مجلسِ شوریٰ کے اعلیٰ مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے شوریٰ میں شامل ہوں۔ اُن تمام نیشنل شعبہ جات سے میٹنگز کی گئیں جو شوریٰ کی تیاری میں شامل تھے۔ ان تمام امور میں مکرم اطہر سہیل صاحب مربی سلسلہ نے خاکسار کی بہت مدد فرمائی۔ نیز شعبہ جنرل سیکرٹری میں خدمت کرنے والے مکرم یحیٰ زاہد صاحب، مکرم نصیر چیمہ صاحب، مکرم ناصر محمود صاحب اور مکرم شیخ شہزاد احمد صاحب نے بھی بھرپور تعاون کیا۔ امسال بھی مجلسِ شوریٰ کے نمائندگان کے انتخابات ایک سافٹ ویئر کے ذریعہ کیے گئے جسے مکرم مامون فاروق صاحب مربی سلسلہ نے بڑی محنت سے تیار کیا۔

مجلسِ شوریٰ کی حاضری

امسال مجلسِ شوریٰ کے موقع پر 528 شوریٰ ممبران میں سے 495 حاضر تھے۔ جمعہ کے دن 451، ہفتہ کے روز 485 اور اتوار کو 460 ممبران حاضر تھے۔

مجلسِ شوریٰ کی کارروائی

مجلسِ شوریٰ کی کارروائی مورخہ 15 مئی 2026ء بروز جمعہ بوقت پانچ بجے سہ پہر تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی۔ مکرم اویس احمد ملک صاحب مربی سلسلہ نے سورۃ آل عمران کی آیات 160 تا 161 کی تلاوت کی اور اردو و جرمن ترجمہ پیش کیا۔ پھر مکرم نیشنل امیر صاحب نے ممبرانِ شوریٰ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت رسول پاک ﷺ کی پیروی سے اللہ تعالیٰ کی محبت پاسکتے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ آپؐ کے اُسوہ پر ہماری نظر ہونی چاہیے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا خاص فضل واحسان ہم پر ہے کہ ہمیں آج کے زمانہ میں خلافت جیسی نعمت عطا کی۔ نظامِ خلافت کے بعد دوسرا اہم اور مقدّس ادارہ جماعت میں شوریٰ کا ادارہ ہی ہے۔ مَیں شعبہ جنرل سیکرٹری کا مشکور ہوں کہ انہوں نے شوریٰ سے چند روز قبل ممبران کو شوریٰ کے تقدّس اور اہمیت، اسی طرح شوریٰ کے قواعد، سب کمیٹی کے قواعد وغیرہ کے حوالے سے مواد بھیجا، جس کے ذریعہ ممبران کو شوریٰ کی بہترین تیاری کرنے کا موقع بھی ملا۔ اب ہمارا فرض بنتا ہے کہ ان ہدایات کی روشنی میں اپنی ذمہ داری ادا کریں۔ اس سال اگلے مالی سال کے بجٹ کے علاوہ تبلیغ کا موضوع ایجنڈا میں شامل ہے۔ تبلیغی کوششوں کے باوجود بیعتوں کی تعداد تسلی بخش نہیں ہے۔ اس کی بہتری کے لئے تجاویز پیش کی جائیں گی۔ عبادت کی طرف توجہ ہونی چاہیے۔ خدا سے تعلق میں ترقی اور خلافت سے رابطہ بڑھانے کی ہر شوریٰ ممبر میں لگن ہونی چاہیے۔ اس کے بعد خاکسار نے ردّ شدہ تجاویز پیش کیں۔ بعدازاں پروگرام کے مطابق مکرم انس احمد ملک صاحب نے Data Protection اور مکرم سعادت احمد صاحب نے Safeguarding کے قانون سے متعلق معلومات مہیا کیں۔ اس کے بعد سب کمیٹی تبلیغ اور سب کمیٹی مال کے ممبران کا انتخاب ہوا۔ مجلسِ شوریٰ کے پہلے دن کا اختتام 19:30 بجے ہوا اور شام کے کھانے کے بعد سب کمیٹی مال نے اپنا اجلاس شروع کیا۔

مجلسِ شوریٰ کی دوسرے دن کی کارروائی 16 مئی بروز ہفتہ بوقت دس بجے تلاوت قرآن مجید سے ہوئی۔ مکرم شاہد احمد بٹ صاحب مربی سلسلہ نے سورۃ الحدید آیت 19 اور سورۃ التغابن آیت 18 کی تلاوت کی اور جرمن اور اردو

ترجمہ پیش کیا جس کے بعد دعا ہوئی۔مجلسِ شوریٰ 2025ء کے ایک خصوصی سیشن میں جماعت کے تحت اُن احمدی بچوں کی کفالت کے بارہ میں جو والدین کے انتقال یا بچوں کی فلاح وحفاظت کے درپیش خطرات کے باعث Youth Welfare Office کی سرپرستی میں آچکے ہوں، معلومات پیش کی گئیں تھیں۔ بعدازاں ایک سٹینڈنگ کمیٹی قائم کی گئی جس نے پوراسال اس معاملے پر کام کیا۔اس کے نتائج امسال کی مجلسِ شوریٰ میں باقاعدہ مشاورت کے لیے دعا کے بعد پیش کئے گئے۔

اس کے بعد مکرم ڈاکٹر مبارک چوہدری صاحب صدر سب کمیٹی تبلیغ نے سب کمیٹی کی رپورٹ پیش کی اور مجلسِ شوریٰ کے ممبران کو اپنی آراء پیش کرنے کا موقع دیا گیا۔سب کمیٹی کی تجاویز اور جو تجاویز تحریری طور پر دی گئیں ان پر ووٹنگ کی گئی۔اس کے بعد مکرم شاہد محمود صاحب صدر سب کمیٹی مال نے سب کمیٹی کی رپورٹ پیش کی اور نیشنل سیکرٹری صاحب مال نے ہر ایک فنڈ انفرادی طور پر ممبرانِ شوریٰ کے سامنے رکھا اور مجلسِ شوریٰ کے ممبران کو اپنی آراء پیش کرنے کا موقع دیا گیا۔ جو تجاویز تحریری طور پر دی گئیں ان پر ووٹنگ کی گئی۔نیشنل سیکرٹری صاحب مال برائے آمد نے اپنے شعبہ کا تفصیلی جائزہ پیش فرمایا۔سب کمیٹی مال کی رپورٹ اور جماعت کے بجٹ پر بحث کے بعد مجلسِ شوریٰ کے دوسرے دن کا اختتام رات دس بجے ہوا۔

مجلسِ شوریٰ کی تیسرے دن کی کارروائی مورخہ 17 مئی بروز اتوار بوقت دس بجے تلاوت قرآن مجید سے ہوئی۔ مکرم حافظ لقمان احمد صاحب مربی سلسلہ نے سورۃ البقرہ کی آیات 262، 268، 266 اور سورۃ التوبہ آیت 34 کی تلاوت کی اور جرمن اور اردو ترجمہ پیش کیا۔ اس کے بعد سوشل میڈیا کے نقصانات اور اُن امور سے متعلق جن میں احتیاط کرنے کی ضرورت ہے ایک اہم پریزنٹیشن پیش کی گئی، جس میں مرکز کی طرف سے موصول ہونے والی ہدایات بھی بیان کی گئیں۔اس کے بعد سب کمیٹی مال کی رپورٹ جاری رہی۔افسر صاحب جلسہ سالانہ نے جلسہ کے اخراجات کا تفصیلی جائزہ پیش فرمایا۔اسی طرح ایڈیشنل سیکرٹری صاحب جائیداد برائے سو مساجد نے سو مساجد کے حوالے سے تازہ رپورٹ پیش کی جس کے بعد مکرم نیشنل امیر صاحب جرمنی نے اختتامی تقریر میں کہا کہ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبات اور خطابات کے ذریعہ ہماری رہنمائی فرماتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے علاوہ کوئی ایسی جماعت نہیں جس کو اس طرز پر رہنمائی ملتی ہو۔ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کے ذریعہ دنیا کی رہنمائی کریں۔دنیا دن بدن تیزی سے تباہی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ ہمارا فرض بنتا ہے کہ اسلام کی امن کی تعلیم دنیا میں پھیلائیں تا کہ دنیا کو تباہی سے بچانے کی کوشش کریں۔اس کے لئے بنیادی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط کریں، دعاؤں پر زور دیں، اپنا جائزہ لیں اور اپنی عملی اصلاح کرنے کی کوشش کریں۔مجلسِ شوریٰ کا اختتام دعا کے ساتھ ہوا۔

مجلسِ شوریٰ میں شامل شعبہ جات

مجلسِ شوریٰ کی تیاری میں مختلف شعبہ جات شامل تھے۔ شعبہ جائیداد نے ہال کی تیاری کی اور کھانے اور شعبہ جات کے ٹینٹ لگائے۔شعبہ ضیافت نے مہمانوں کے کھانے اور رہائش کا انتظام کیا۔شعبہ سمعی وبصری نے لیپ ٹاپ، لاؤڈ سپیکر اور آڈیو کا انتظام کیا۔امسال بھی مذکورہ شعبہ نے ڈیجیٹل سکرین کا بھی انتظام کیا تھا جو سٹیج کے backdrop کے طور پر استعمال ہوا۔ اس پر ہر روز نیا بینر دکھایا گی نیز پریزنٹیشن اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پیس سمپوزیم کا خطاب بھی اسی ڈیجیٹل سکرین پر دکھایا گیا۔شعبہ تعلیم کی طرف سے شوریٰ کے دوران جرمن اور اردو ترجمہ کا انتظام تھا۔مجلس خدام الاحمدیہ کے پاس پارکنگ اور سیکیورٹی کی ذمہ داری تھی۔شوریٰ کی تیاری اور کارروائی کے دوران ڈیوٹی اور وائنڈاَپ میں جامعہ کے 53 طلباء نے مختلف شعبہ جات میں احسن رنگ میں ڈیوٹی دی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ اس مجلسِ شوریٰ کو جماعتی ترقی کا موجب بنائے اور ہمیں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تمام ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

بقیہ از صفحہ 33

کو پھر دہرا رہی ہے۔ ویسی ہی نامنصف ریاست ہے۔ وہی حکومت اور مولوی کا گٹھ جوڑ ہے۔ قانون اسی طرح بے توقیر ہے۔منصف اسی طرح کمزور اور ہوا کے رخ پر چلنے والے ہیں اور جمہور اسی طرح بے آواز اور بے جان کٹھ پتلیوں کی مانند ہیں۔ یہ سب جب یکساں ہے تو نتیجہ کیوں پہلے سے مختلف ہو گا؟ یقیناً پہلے کی طرح اب بھی آنے والی کل آج کے ہم مظلوموں کی ہو گی۔ سچ یہی ہے کہ حق کے سفر کی راہ میں خواہ کربلا ہو، کابل ہو، چک سکندر ہو یا لاہور کے خانہ خدا دارالذکر اور مسجد بیت النور، یہ سب وہ سنگِ میل ہیں جن کے دوسرے سرے پر ہمیشہ روشنی اور نور اور اجالا اور صبح ہوتی ہے۔

دوسرا سبق۔خلافت کی حفاظت: دوسرے اس واقعہ تک تاریخ کے سفر میں نعمتِ خلافت کی ناقدری اور اس کا کھویا جانا ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ خلافت ایک بڑی نعمت ہے اور اس کی حفاظت اور استحکام ہمارا انتہائی ضروری فریضہ ہے۔ جہاں پہلوں نے ٹھوکر کھائی ان سب مقامات پر ہمیں محتاط رہ کر گزرنا ہے۔اس لئے خلافت کی حفاظت کے لئے پوری طرح چوکس اور بیدار رہ کر کسی چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی نظرانداز نہ کرکے اس کا قرار واقعی نوٹس لینا اور ہر اس کوشش کے خلاف سینہ سپر رہنا جو نظامِ خلافت پر بال برابر بھی اثرانداز ہوسکتی ہو، ایک ضروری فرض ہے۔ اور یہ یقین رکھنا کہ خلافت میں ہماری جان ہے اور خلیفۂ وقت کا وجود ہمارا سائبان۔ہمیں اور ہماری نسلوں کو اسی سایہ تلے رہنا ہے اور اسی کی محبت میں جینا ہے۔اس لئے خلافت سے اپنے پیاروں سے بھی زیادہ پیار کرنا اور اپنے اہل وعیال کو بھی بار بار اس امر کی یاد دہانی کراتے رہنا ایک لازمی فریضہ ہے۔غرضیکہ ہمیں ایمان بالخلافت اور خلافت کے لئے اعمالِ صالحہ کو بجالا کر اپنے آپ کو اس قابل بنائے رکھنا ہے کہ قیامِ خلافت کا قرآنی وعدہ ہمیشہ ہمارے حق میں پورا ہوتا رہے۔ اے اللہ تو ایسا ہی کر۔

محترمہ شازیہ خان صاحبہ

خاکسار کی چھوٹی صاحبزادی عزیزہ شازیہ خان صاحبہ اہلیہ مکرم متین احمد خان صاحب صاحب (حلقہ بیت السبوح ساؤتھ) لمبی علالت کے بعد 5 مئی 2026ء کو بعمر 54 سال وفات پا گئیں، اناللہ و انا الیہ راجعون

عزیزہ نے دو بیٹے فارس احمد خان اور تہیم احمد خان اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ نے ہمیشہ کوشش کی کہ بچوں کو اعلیٰ دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی دیتی رہیں اور نظامِ جماعت کے ساتھ وابستہ رکھیں۔ یہ جانتے ہوئے کہ جس مرض میں مبتلا ہیں ان کا انجام قریب آ رہا ہے، انہوں نے دسمبر 2025ء میں بڑے بیٹے عزیزم فارس احمد خان کی شادی کر دی حالانکہ ابھی وہ یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم تھا۔ جنوری 2026ء میں وہ بہن بھائیوں کے ساتھ عمرہ کا پروگرام بنا رہی تھیں کہ اچانک بیماری نے شدت اختیار کر لی اور وہ یہ خواہش پوری نہ کر سکیں۔ خدا کرے کہ عزیزہ شازیہ نے 1971ء میں جو عمرہ اپنی مرحومہ والدہ کی گود میں کیا تھا اسی کو قبول فرمائے اور اس سے رحمت کا سلوک فرمائے۔

مرحومہ مکرم مبشر حمید چوہدری صاحب اور مکرم مظفر حمید چوہدری صاحب کی ہمشیرہ تھیں۔ آپ کی نمازجنازہ 8 مئی کو بعد نمازجمعہ بیت السبوح میں ادا کی گئی۔ بعدازاں 12 مئی کو Südfriedhof فرانکفرٹ میں تدفین ہوئی۔ (حمید احمد چوہدری، فرانکفرٹ)

مکرم سلمان احمد صاحب

خاکسار کے داماد عزیزم سلمان احمد صاحب (واقفِ زندگی) ابن مکرم چوہدری اسلم منصور کاہلوں صاحب (آسٹریلیا) 6 مئی 2026ء کو بعمر 34 سال وفات پا گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحوم کے نانا مکرم چوہدری عطاء اللہ صاحب فاضل فرانس کے پہلے مبلغ تھے۔ آپ تحریک وقفِ نو میں شامل تھے اور عرصہ دس سال سے جرمنی میں مقیم تھے اور جماعت لانگن کے ممبر تھے۔ MBA کی ڈگری مکمل کرنے کے

بلانے والا ہے سب سے پیارا

اعلانات وفات و دعائے مغفرت

بعد آپ نے اپنی زندگی وقف کر دی اور گزشتہ تین سال سے بطور واقفِ زندگی شعبہ Personal بیت السبوح فرانکفرٹ میں خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ بہت مخلص اور خلافت احمدیہ سے سچا پیار کرنے والے انسان تھے۔ اپنے سپرد کیا گیا کام نہایت لگن سے کرتے۔ سب مربیان اور کارکنان سے تعاون کرنے والے تھے۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بچے جو تحریک وقفِ نو میں شامل ہیں، والدین، دو بھائی اور ایک بہن سوگوار چھوڑے ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ 9 مئی کو بیت الشکور ناصر باغ میں مکرم امیر صاحب جرمنی نے پڑھائی جس میں بڑی تعداد میں احباب شامل ہوئے۔ بعدازاں 11 مئی کو قبرستان لانگن میں تدفین ہوئی۔

(ملک سکندر حیات، نیشنل سیکرٹری وقف جدید)

محترمہ شیخ نسرین اختر صاحبہ

خاکسار کی والدہ محترمہ شیخ نسرین اختر صاحبہ اہلیہ محترم شیخ عبدالماجد صاحب مؤرخہ 8 مئی 2026ء کو بعمر 68 سال وفات پا گئیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ 1990ء سے جرمنی میں مقیم تھیں۔ بہت خدمت گزار اور ہمدرد شخصیت تھیں۔ اپنے ہاتھوں سے لوگوں کی خدمت کرنا اور خیال رکھنا ان کی عادت تھی۔ بہت مہمان نواز تھیں۔ جماعتی خدرت میں بھی ہمیشہ پیش پیش رہتیں۔ لوکل اور ریجنل سطح پر شعبہ تربیت میں خدمت کی توفیق پائی۔

آپ نے پسماندگان میں خاوند کے علاوہ ایک بیٹا (خاکسار) اور پانچ بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔ آپ مکرم شیخ عبدالحنان صاحب مربی سلسلہ کی تائی تھیں۔ آپ کی نمازجنازہ 13 مئی کو ناصر باغ میں ادا کی گئی اور اسی روز قبرستان گروس گیراؤ میں تدفین ہوئی۔

(شیخ ثاقب شیراز، Mengerskirchen)

عزیزم فیضان رؤوف صاحب

خاکسار کا بیٹا عزیزم فیضان رؤوف 25 اپریل 2026ء کو بعمر 18 سال ایک کار حادثہ میں فرانکفرٹ میں وفات پا گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

عزیزم کا آبائی تعلق فیصل آباد سے تھا اور حلقہ ایشر زہائیم فرانکفرٹ میں مقیم تھا۔ بہت خوش مزاج اور ملنسار تھا۔ عزیزم فرانکفرٹ کے ایک سکول میں Abitur کر رہا تھا۔ آپ کے نانا مکرم عبدالسمیع صاحب اور دادا مکرم عبدالرؤف صاحب تھے۔

پسماندگان میں والدین کے علاوہ ایک بھائی مکرم سفیان رؤوف صاحب سوگوار چھوڑے ہیں۔ آپ کی نمازجنازہ 10 مئی کو بیت السبوح میں ادا کی گئی اور 11 مئی کو Hauptfriedhof فرانکفرٹ میں تدفین ہوئی۔ (یاسر رؤوف، ایشرزہائیم فرانکفرٹ)

مکرم منظور احمد صاحب

خاکسار کے والد محترم منظور احمد صاحب ابن مکرم چوہدری غلام حسین صاحب 11 مئی 2026ء کو بعمر 69 سال وفات پا گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کے آباؤاجداد کا تعلق قادیان کے قریبی گاؤں تلونڈی جھنگلاں سے تھا جنہیں حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ مبارک میں ہی جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ بعدازاں 1923ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر ان کا خاندان سندھ میں آباد ہوا جہاں آغاز میں ان کا گاؤں گوٹھ چوہدری غلام حیدر کہلاتا تھا، جسے حضورؓ نے بعد میں کوٹ احمدیاں کا نام عطا فرمایا۔

آپ چار سال قبل جرمنی آئے تھے۔ آپ نیک، ملنسار، عزیز و اقارب کا خیال رکھنے والے، غریبوں اور مستحقین کی خاموشی سے مدد کرنے والے مخلص انسان تھے۔

مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ آپ نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے مکرم ماجد منظور صاحب (جرمنی)، مکرم علیم احمد صاحب مربی سلسلہ (دارالقضاء ربوہ)، خاکسار عاطف علی اور ایک بیٹی محترمہ

اسماء منظور صاحبہ شامل ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ 14 مئی کو بیت السبوح فرانکفرٹ میں اور 15 مئی کو مسجد مریم Mülheim میں ادا کی گئی۔ بعدازاں تدفین کے لیے ربوہ لے جایا گیا جہاں بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔

(عاطف علی، Bochum)

مکرم محمد احمد رمضان صاحب

خاکسار کے والد محترم محمد احمد رمضان صاحب ابن مکرم فضل دین صاحب مرحوم 10 مئی 2026ء کو بعمر 72 سال وفات پا گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کا تعلق ابتداءً ننکانہ صاحب کے نواحی گاؤں سے تھا۔ بعدازاں آپ کا خاندان ہجرت کر کے ربوہ منتقل ہو گیا جہاں آپ نے اپنی ابتدائی زندگی گزاری۔ آپ کو خلافت سے بہت عشق تھا اور حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام کو آگے پہنچانے کا غیرمعمولی جذبہ رکھتے تھے۔ 1989ء میں آپ اہلِ خانہ کے ساتھ جرمنی منتقل ہو گئے اور جماعت ہائیڈل برگ سے وابستہ رہے، زیادہ عرصہ Leimen میں مقیم رہے۔ جرمنی آنے کے بعد جماعتی سرگرمیوں میں نہایت سرگرم رہے۔ آغاز میں جب جماعتی پروگراموں کے لیے مستقل جگہ میسر نہ تھی تو آپ نے اجلاسات اور دیگر جماعتی پروگراموں کے لیے اپنا گھر پیش کیا۔ آپ نہایت اخلاص کے ساتھ جملہ انتظامات کیا کرتے تھے۔

آپ نے صدر جماعت کے طور پر بھی خدمت کی توفیق پائی اور جماعتی ذمہ داریوں کو ہمیشہ سنجیدگی، دیانت اور احساسِ ذمہ داری سے نبھایا۔ تحریک جدید، وقف جدید اور دیگر شعبہ جات میں بھی لمبے عرصہ تک خدمت بجا لاتے رہے۔ مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ جب بھی کسی مسجد کی تعمیر یا جماعتی منصوبے کے لیے چندے کی تحریک ہوتی تو آپ نہایت اخلاص کے ساتھ نمایاں مالی قربانی پیش کرتے۔ مرحوم کو مختلف کھیلوں، خصوصاً فٹ بال سے غیرمعمولی شغف تھا۔ علمی اور ورزشی مقابلہ جات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔

اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ آپ کا حسنِ سلوک نہایت مثالی تھا۔ اہلِ خانہ کے ساتھ ہمیشہ شفقت، محبّت اور اسلامی اقدار کے مطابق زندگی بسر کی اور اپنے گھر کو دینی ماحول فراہم کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ تمام نمازیں خصوصاً جمعہ کا بہت اہتمام کرتے اور ہمیشہ وقت سے پہلے مسجد پہنچتے اور اکثر اذان دینے کی سعادت بھی حاصل کرتے رہے۔ طویل عرصہ بیماری، خصوصاً Parkinson کی تکلیف کے باوجود آپ نے ہمت، صبر اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ، دو بیٹے اور تین بیٹیاں سوگوار چھوڑے ہیں۔ آپ محمد سلیمان صاحب (ریٹائرڈ مربی سلسلہ حال یوکے) کے بھائی تھے۔ آپ کی نماز جنازہ 15 مئی کو قبرستان Eppelheim میں مکرم باسل اسلم صاحب مربی سلسلہ نے پڑھائی اور بعدازاں وہیں تدفین ہوئی۔ (عبدالباسط رمضان، ہائیڈل برگ)

مکرم بشارت احمد صاحب

خاکسار کے والد مکرم بشارت احمد صاحب ابن مکرم بہاول بخش صاحب مؤرخہ 8 مئی 2026ء کو بعمر 63 سال وفات پا گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کا تعلق چک سکندر سے تھا۔ آپ کو دو بار اسیر راہِ مولیٰ رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ پہلے 1989ء میں اڑھائی سال اور پھر دوسری دفعہ آٹھ سال تک قید رہے جس میں سے چھ سال سزائے موت کے قیدی کے طور پر رہے اور تمام وقت بہت صبر اور استقامت کے ساتھ گزارا۔ 2003ء میں جب مخالفت زیادہ تھی تو اس وقت گھر کو آگ بھی لگا دی گئی۔ قید کے دوران گاؤں کے بعض غیراز جماعت افراد ملنے آئے اور کہا کہ اگر آپ جماعت چھوڑ دیں تو ہم آج ہی آپ کی رہائی کا انتظام کروا دیں گے۔ اس بات کا آپ نے سختی سے انکار کیا اور کہا کہ جماعت کی خاطر اگر میری جان بھی چلی جائے تو کوئی پرواہ نہیں۔

رہائی کے بعد ربوہ سے جرمنی آ گئے۔ یہاں بھی خدمت کا سلسلہ جاری رہا۔ سیکرٹری مال جماعت Göttingen عرصہ سات سال خدمت کی توفیق پائی۔ اگر کسی دوست کو چندہ دینے میں کوئی مشکل پیش آتی تو خود بس میں جا کر ان کے گھر سے وصول کرتے۔

محترم صدر صاحب جماعت Göttingen نے بتایا کہ آپ بہت نیک، خوش مزاج اور ملنسار تھے۔ جب بھی کوئی کام کہا جاتا تو فوراً اس کے لیے تیار ہوتے۔ اپنے آخری ایام میں جب ہسپتال میں تھے اس وقت بھی اپنے شعبہ مال کے حوالہ سے فکر تھی کہ رواں مالی سال ختم ہونے سے پہلے متعلقہ کام ختم کرنے ہیں۔ بہت مہمان نواز تھے۔

آپ نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور ایک بیٹی سوگوار چھوڑے ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ 14 مئی کو مسجد محمود کاسل میں مکرم ذیشان احمد نعیم باجوہ صاحب مربی سلسلہ نے پڑھائی۔ بعدازاں تدفین کے لیے پاکستان لے جایا گیا جہاں چک سکندر میں تدفین ہوئی۔

(سلیمان بشارت، Göttingen)

مکرم مستجاب احمد وڑائچ صاحب

خاکسار کے والد محترم مستجاب احمد وڑائچ صاحب (رسلزہائیم) 18 مئی 2026ء کو بعمر 74 سال وفات پا گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ پیدائشی احمدی تھے اور 2001ء سے جرمنی میں مقیم تھے۔ بہت ملنسار اور خوش اخلاق تھے۔

آپ نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ مکرم طارق احمد وڑائچ صاحب جماعت Walldorf Nord کے بڑے بھائی تھے۔ آپ کی نماز جنازہ 21 مئی کو بعد نماز ظہر ناصر باغ گروس گیراؤ میں ادا کی گئی۔ بعدازاں تدفین کے لیے پاکستان لے جایا گیا جہاں 23 مئی کو چک 71 جنوبی ضلع سرگودھا میں تدفین ہوئی۔

(فضل قادر وڑائچ، Raunheim Süd)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کے ساتھ مغفرت کا سلوک کرتے ہوئے جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل سے نوازے، آمین

جامعہ احمدیہ جرمنی سے 2025ء میں فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ''شاہد'' کی اسناد حاصل کرتے ہوئے

(پہلی لائن) دائیں سے بائیں: مکرم مبارز احمد صاحب، مکرم ادیب احمد بٹ صاحب، مکرم اویس قمر صاحب، مکرم برہان الدین فیضان صاحب، مکرم فیاض احمد صاحب (دوسری لائن) مکرم سلطان احمد سمیع صاحب، مکرم جاذب احمد عزیز صاحب، مکرم عمر رشید صاحب، مکرم مجاہد احمد صاحب، مکرم واسق خالد بھٹی پرویز صاحب (تیسری لائن) مکرم طلال احمد صاحب، مکرم فرحان مسرور احمد صاحب، مکرم باسل جاوید صاحب، مکرم حمزہ احمد صاحب، (مکرم سحیل احمد باجوہ صاحب کی سند مکرم امیر صاحب جرمنی وصول کر رہے ہیں) (چوتھی لائن) مکرم فرخ خرم صاحب، مکرم دانش احمد صاحب، مکرم ادیب احمد صاحب

Monthly
AKHBAR-E-AHMADIYYA
Germany

VOL 27 | ISSUE 6 | JUNE 2026

ISSN : 2627-5090
Tel : +49 6950688722
Fax : +49 6950688722
Editor : Muhammad Ilyas Munir

PUBLISHER: SHOBA ISHAAT JAMAAT AHMADIYYA GERMANY
PRINTER: DRUCKNATION, LERCHENWEG 63 61130 NIDDERAU
Email: akhbareahmadiyya@ahmadiyya.de